لاہور
ہفت روزہ

ندائے خلافت

33

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
33 واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

21 تا 27 صفر المظفر 1446ھ / 27 اگست تا 2 ستمبر 2024ء

اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا سبب

''تاریخِ اسلام کا سب سے بڑا المیہ نفسانیت کا وہ کھیل ہے جو ہمیشہ اپنا تماشا دکھاتا رہا۔ ہم نے کبھی اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی۔ تاریخِ عالم اور تاریخِ اسلام پر نظر رکھنے والے ایک طالب علم کی یہ بات سن لیجئے اور اس کو اپنے دل و دماغ میں امانت رکھ لیجئے کہ ہم نے اپنے دشمنوں سے شکست نہیں کھائی ہے۔ ہم نے اپنے اندرونی اختلافات کے باعث شکست کھائی ہے۔ اسی نفسانیت کی بدولت ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، ہمارے ملکوں کے چراغ گل ہو گئے ہیں اور اسلام بعض اوقات پورے پورے ملکوں سے خارج کر دیا گیا ہے۔

اس کی میں صرف ایک مثال دوں گا وہ مثال سپین کی ہے۔ سپین سے اسلام کو نکالنے والی سب سے بڑی طاقت نفسانیت اور باہمی خانہ جنگی تھی۔ میں اسے تسلیم نہیں کرتا کہ محض عیسائی طاقت نے اندلس سے اسلام اور مسلمانوں کو نکالا اور ان کا چراغ گل کر دیا۔ اس میں بہت کچھ دخل تھا شمالی عربوں، حجازیوں اور یمنی عربوں کی باہمی آویزش اور داخلی تنازعات کا جو عرصہ سے چل رہے تھے۔ یمنی اور حجازی زبیدہ اور مضری باہمی جنگ سے یہ نوبت آئی کہ اسلام سپین سے آخری طور پر نکال دیا گیا اور یہ ملک اقبال کے الفاظ میں اذانوں سے محروم ہو گیا ؎

دیدۂ انجم میں ہے تیری زمیں آسماں
آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں

یہی داستان اکثر اسلامی ملکوں کی ہے۔ برصغیر ہند میں مغلوں کا شیرازہ بکھیرنے والی، مسلمانوں کو اقتدار سے محروم کر دینے والی اور ان کی طاقت کا چراغ گل کر دینے والی چیز یہی نفسانیت تھی۔''

مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 325 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 40700 سے زائد، جن میں بچے: 16600،
عورتیں: 12500 (تقریباً)۔ زخمی: 92300 سے زائد

اس شمارے میں

اسلاموفوبیا، پنجۂ یہود اور مسلمان ......
امیر سے ملاقات (30)
سیمینار: اسرائیلی عزائم، استحکام پاکستان اور عالم اسلام کا مستقبل
عوامی تائید و مقبولیت کا راز
موسیقی: روح کی غذا یا جہنم کا ایندھن؟
عقیدۂ ختم نبوت، آئین پاکستان اور سپریم کورٹ

الھدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1098

دوہرا ایمان = دوہرا اجر

سُورۃُ القَصَص | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 54، 55

اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾
وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡہُ وَ قَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ۫ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾

آیت:۵۴ ﴿اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ﴾ ’’یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دیا جائے گا دو مرتبہ‘‘

یعنی سابقہ اُمّت کے جو لوگ (یہودی یا نصرانی) اسلام قبول کریں گے وہ دوہرے اجر کے مستحق قرار پائیں گے۔ اس سے پہلے وہ انجیل اور تورات کو مانتے تھے اور اب انہوں نے قرآن کو بھی تسلیم کر لیا۔

﴿بِمَا صَبَرُوۡا وَ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾﴾ ’’بسبب اس کے کہ وہ ثابت قدم رہے اور وہ بھلائی کے ذریعے سے برائی کو دفع کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔‘‘

آیت:۵۵ ﴿وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡہُ وَ قَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ۫﴾ ’’اور جب انہوں نے لغو باتیں سنیں تو انہوں نے ان سے اعراض کیا اور کہا کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔‘‘

﴿سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾﴾ ’’تم لوگوں پر سلام! ہم جاہلوں سے اُلجھنا نہیں چاہتے۔‘‘

یہاں اس مکالمے کی طرف اشارہ ہے جو حبشہ کے وفد کے ارکان کا مشرکین مکّہ کے ساتھ ہوا تھا۔ حبشہ میں جن لوگوں نے صحابہؓ کی کوششوں سے ایمان قبول کیا تھا بعد میں یہ وفد حضور ﷺ سے ملاقات کے لیے مکّہ آیا تھا۔

مشرکین مکّہ نے ان لوگوں سے بہت بے ہودہ باتیں کیں، طعنے دیے اور ان کا خوب تمسخر اڑایا کہ تم لوگ بہت احمق ہو جو اپنی الہامی کتاب کو چھوڑ کر اس نئے دین میں شامل ہو گئے ہو۔ آیت زیر مطالعہ میں اس وفد کے لوگوں کا جواب نقل ہوا ہے جو انہوں نے مشرکین مکّہ کو دیا تھا کہ ہمارا آپ لوگوں سے کچھ سروکار نہیں، ہم اپنے اعمال کے ذمّہ دار ہیں اور تم لوگ اپنے اعمال کے۔ ہم اللہ کے فضل سے پہلے بھی حق پر تھے اور اب ہمیں اس حق پر بھی ایمان لانے کی سعادت ملی ہے جو قرآن کی صورت میں ہمارے رب کی طرف سے آیا ہے۔

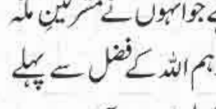

درس حدیث

کون سا صدقہ ثواب میں بڑھ کر ہے؟

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الصَّدَقَۃِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: ((اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ، تَخْشَی الْفَقْرَ، وَتَاْمُلُ الْغِنٰی، وَلَا تُمْھِلُ، حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ)) قُلْتَ: ((لِفُلَانٍ کَذَا، وَلِفُلَانٍ کَذَا، وَقَدْ کَانَ لِفُلَانٍ)) (رواہ ابوداود)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا صدقہ ثواب میں زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست اور مال کو جمع رکھنے کا خواہش مند ہو، تجھے محتاجی سے ڈر لگتا ہو اور تو امیری کا آرزومند ہو۔ نیز صدقہ دینے میں دیر نہ کر، یہاں تک کہ جب (روح) حلق کے قریب پہنچ جائے تب تو وصیت کرے کہ فلاں کے لیے اتنا مال ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے جب کہ مال فلاں کا ہو چکا ہے۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

21 تا 27 صفر المظفر 1446ھ جلد 33
27 اگست تا 2 ستمبر 2024ء شمارہ 33

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: خورشید انجم

مجلس ادارت: ● رضاء الحق ● فرید اللہ مروت ● وسیم احمد باجوہ ● محمد رفیق چودھری

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

خورشید انجم

اسلاموفوبیا، پنجۂ یہود اور مسلمان......

جولائی کے آخری ہفتے میں ساؤتھ پورٹ برطانیہ میں تین کم عمر بچیوں کو بے رحمانہ انداز میں قتل کر دیا گیا۔ جھوٹا دعویٰ کیا گیا کہ حملہ آور ایک مسلمان شخص تھا جس کا نام 'علی الشکاتی' تھا۔ جلتی پر تیل کا کام ایک سنسنی خیز کہانی نے کیا کہ وہ 2023ء میں ایک کشتی کے ذریعے غیر قانونی طور پر برطانیہ آیا تھا۔ برطانیہ میں انتہائی دائیں بازو سے تعلق رکھنے والی ویب سائٹس نے مسلمان لڑکے کو اس حملے کا ذمہ دار ٹھہرایا اور پھر سوشل میڈیا پر فیک نیوز کے ذریعے آگ پھیلا دی گئی۔ حالیہ جنرل الیکشن میں غیر معمولی کامیابی کے نشے میں سرشار لیبر پارٹی حکومت نے قاتل کی اصل شناخت کے عمل میں تاخیر کی۔ برٹش نیشنل پارٹی، انگلش ڈیفنس لیگ، انگلینڈ فرسٹ اور نیشنل فرنٹ جیسے سفید فام نسل پرست گروہ فوری طور پر حرکت میں آ گئے اور پروپیگنڈے کو تقویت دی کہ ساؤتھ پورٹ واقعے سمیت اکثر بڑے جرائم میں مسلمان ملوث ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی املاک اور مساجد پر متعصب نسل پرستوں نے ہلہ بول دیا۔ بھارتی نژاد ہندوؤں نے بھی اس مہم میں انتہا پسند برطانویوں کا ساتھ دیا۔ اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ گجرات ہو، اودے پور ہو یا ساؤتھ پورٹ، ہندو مسلمانوں سے اپنی دشمنی ظاہر کرنے سے ہرگز نہیں شرماتا۔

قارئین کو یہ پڑھ کر بھی ہرگز حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ گارڈین اخبار کی 2018ء کی ایک رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں حالیہ بلوؤں کا مرکزی کردار ٹامی رابنسن، جو انگلش ڈیفنس لیگ کا سربراہ ہے، اس کی مالی امداد میں صہیونی ادارے ملوث ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ میں مسلم مخالف یا صحیح تر الفاظ میں اسلاموفوبیا کی بنیاد پر شروع ہونے والے ان بلوؤں نے ہر سوچنے سمجھنے والے انسان کو ایک مرتبہ پھر یہ سوال اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے کہ سیکولرازم، مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کے دلفریب نعروں کو بلند کرنے اور ان کے علمبردار ہونے کے دعوے دار مغرب کا اصل چہرہ کیا اس قدر مکروہ بھی ہو سکتا ہے؟ نسلی امتیاز و تفریق کو ختم کرنے کے دعوے داران ممالک میں ایسے بڑے بڑے جتھے بھی پنپ رہے ہیں اور انہیں اس قدر آزادی بلکہ بعض صورتوں میں سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہے کہ بے باکی سے مسلمانوں، جو کہ اقلیت میں ہیں، اُن کی مساجد اور املاک کو نشانہ بنائیں۔ پھر یہ کہ ملک کا وزیر اعظم انہیں thugs یعنی بدمعاش تو قرار دے وہ بھی زبانی حد تک، مگر terrorist یعنی دہشت گرد اور Islamophobes یعنی اسلام سے دشمنی رکھنے والے کہنے سے صاف اعراض کرے۔ اندازہ کیجیے کہ اگر خدانخواستہ اس کے عُشر عشیر بھی کوئی سانحہ فاجعہ کسی مسلمان ملک میں آباد اقلیت کے ساتھ پیش آ جاتا تو کیا آسمان نہ ٹوٹ پڑتا۔ دنیا بھر کا میڈیا چیخ چیخ کر مسلم فنڈامینٹلسٹ اور مسلم دہشت گردی کا کہرام مچا رہا ہوتا۔ مغربی ممالک کے حکمران بڑھ چڑھ کر اسلام اور مسلمانوں پر زبان کے نشتر چلا رہے ہوتے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مذمتی قرارداد منظور ہو چکی ہوتی اور شاید کسی مسلم ملک پر حملہ کرنے کے لیے اتحاد بھی قائم کر دیا جاتا۔ ہمارے نزدیک مغرب کی اس دورخی پالیسی کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ تاریخ کے دریچوں میں جھانک کر دیکھا جائے اور اس دجل پر سے ایک ایک کر کے تمام پردے اٹھائے جائیں جنہیں اُس تاریخ کی آڑ میں چُھپا دیا گیا ہے اور جسے گزشتہ تقریباً تین صدیوں سے فاتح مغربی تہذیب نے ہی لکھا ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ بیگانے تو دُور، اپنوں میں سے بھی اکثر اس افسانے کے اسیر ہو چکے ہیں۔

ہمارے جدید سیکولر اور لبرل دانشور کا المیہ ہے کہ وہ فاتحین کی درج کردہ تاریخ میں اُن عوامل اور اجزاء پر بھی کبھی جرح نہیں کرتا جو واضح طور پر غلط، متضاد یا نامکمل ہوتے ہیں۔ مغرب کی یونیورسٹیوں اور میڈیا پر بیان ہونے والے ہر لفظ کو حق تصور کر کے آمنّا وصدّقنا کہتا چلا جاتا ہے۔ اسلاموفوبیا کی تاریخ، یہود کی شاطرانہ چالوں، فری میسنز اور الومیناتی جیسی تناظیم کے قیام کے مقاصد، عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے پس پردہ ہاتھ اور ان سب کے مابین تعلق کا ایسے دانشور حضرات یا تو سرے سے انکار ہی کر دیتے ہیں یا ان کے قیام و وجود کے دلائل و محرکات کو روشن خیالی اور لبرل ازم قرار دیتے ہیں۔ فری میسنز کی بنیاد نائٹس ٹیمپلر سے جڑی ہوئی ہے۔ نائٹس ٹیمپلر کی کہانی 1099ء میں پہلی صلیبی جنگ کے دوران شروع ہوتی ہے جب یورپ سے تعلق رکھنے والے مسیحی فرقے رومن کیتھولک کی افواج نے

مسلمانوں سے یروشلم چھین لیا۔ 1118ء میں فرانسیسی کمانڈر ہیوز ڈے پیانز نے اپنے علاوہ آٹھ فوجیوں پر مشتمل ایک فوجی دستہ تشکیل دیا جس کا نام پوور نائٹس آف کرائسٹ آف دی ٹیمپل آف سولومن رکھا گیا۔ یہ گروہ بعد میں نائٹس ٹیمپلر کہلایا۔ نائٹس ٹیمپلر اعلیٰ سطحی کمانڈرز یا نائٹس تھے جن کا ہیڈکوارٹرز یروشلم کے مقدس ٹیمپل ماؤنٹ پر بنایا گیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ نائٹس ٹیمپلر درحقیقت یہودیت کے پیروکار تھے، اسی لیے اپنی کارروائیوں میں عیسائیوں کو بھی لوٹا اور ان کا قتل عام بھی کیا۔ یہ نائٹس ٹیمپلر کے ہی کچھ اراکین تھے جنھوں نے 14ویں صدی کے دوران فرانس سے بھاگ کر برطانیہ میں فری میسن نامی تنظیم شروع کی۔ فری میسنری اور الومیناتی کے پیروکاروں میں ہر دور کے اہم ترین سیاسی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی، عسکری میدان کے بڑے ناموں کا موجود ہونا تو ایک ایسا سچ ہے جس کے عمومی طور پر دنیا بھر کے فلاسفہ اور محققین قائل ہیں۔ اور دنیا کی ہر بڑی یونیورسٹی میں اس پر کام ہو چکا ہے۔ روایتی تاریخ دانوں نے بھی اس حقیقت کی کبھی تردید تو نہیں کی، البتہ اس کی بازگشت سے صرفِ نظر ضرور کیا بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تاریخ کے ان اوراق پر جان بوجھ کر پردہ ڈال دیا تو غلط نہ ہوگا۔ بہرحال اُس دور کے صلیبیوں کو بالآخر صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھوں شکست کھا کر واپس یورپ کا رُخ کرنا پڑا۔

حقیقت یہ ہے کہ اصلاحِ تہذیب اور احیائے علوم کی تحریکیں جو کہ مغرب میں سولھویں صدی کے اوائل میں اُٹھیں بلکہ ان کا اصل آغاز تو فلورنس شہر کے میڈیچی خاندان کے ذریعے پندرہویں صدی میں ہی ہو چکا تھا، ان کا اصل ہدف یورپ میں پاپائیت کے نظام اور بادشاہت کا خاتمہ تھا۔ دراصل جس وقت یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا عین اسی وقت مسلم سپین میں علم و فضل اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہود کو مسلم سپین کے دور میں وہ آزادی نصیب ہوئی جس کا وہ پہلے تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہود یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر دنیا میں مذہب کے نام پر حکومت قائم رہی تو عددی لحاظ سے وہ اس قدر اقلیت میں ہیں کہ کبھی کسی ملک کی حکومت ان کے ہاتھ میں نہیں آسکے گی۔ لہٰذا انہوں نے اپنا پہلا ہدف یورپ میں پاپائیت اور بادشاہت کے اشتراک سے قائم نظام کو گرانا بنایا۔ فلسفہ کی بحث میں الجھا کر لبرل اور سیکولر سوچ کو پروان چڑھایا۔ یہاں تک کہ ایک طرف تو انقلاب فرانس کے بعد نظامِ حکومت ووٹوں کی گنتی پر کھڑا کر دیا گیا۔ یہی وہ دور ہے جب یہودی حقیقی طور پر عالمی ڈیپ سٹیٹ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ سودی بینکاری کے نظام کو رواج دیا اور یورپ کی معیشت پر مکمل قابو پالیا۔ اسی طرح حکومت کے زمامِ کار چلانے والوں کے ساتھ اپنے مراسم بڑھائے۔ پروٹیسٹنٹ برطانیہ کے زوال کے بعد پروٹیسٹنٹ امریکہ جو اُن کے معاونین بلکہ وفادار بن چکے تھے، اُن کو دنیا کی سپر پاورز بنوایا۔

یہود کے منصوبہ کو آگے بڑھانے بلکہ یورپ سے نکال کر دوبارہ یروشلم داخل کرنے میں اہم ترین کردار جرمنی کے شہر فرینکفرٹ سے تعلق رکھنے والے روتھ شیلڈ خاندان نے ادا کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دور کا بڑا سرمایہ دار، معیشت اور سیاست دونوں پر اثر رکھتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اشکنازی یہودی ہونے کے ناطے روتھ شیلڈ خاندان کی مذہب (یہودیت) اور خاص طور پر ارضِ مقدسہ یعنی فلسطین سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ وہ اپنی دولت اور طاقت کو مذہبی مقاصد کے لیے استعمال کرتے رہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال بالفور ڈیکلریشن ہے۔ گزشتہ ایک صدی میں انسانی تاریخ پر خوفناک اثرات مرتب کرنے والا بالفور ڈیکلریشن، جس کے باعث مسلمان اُمت گزشتہ پچھتر سال سے آگ اور خون میں نہا رہی ہے، اُسے 2 نومبر 1917ء کو برطانوی وزیر خارجہ آرتھر بالفور نے ایک خط کی صورت میں روتھ شیلڈ خاندان کے اُس وقت کے سربراہ لیونل والٹر روتھ شیلڈ کو لکھا تھا۔ اس خط میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ برطانوی حکومت اپنی تمام قوتیں اس مقصد کے حصول کے لیے لگائے گی کہ کیسے فلسطین کے علاقے میں یہودیوں کے لیے ایک وطن تخلیق کیا جائے۔ بالفور ڈیکلریشن کے تحریر ہونے سے پہلے 1904ء میں دنیا بھر کے صہیونی نمائندوں نے برطانیہ کے ساتھ مذاکرات کا آغاز کیا اور ساتھ ہی یروشلم کے آس پاس کے علاقوں میں جا کر آباد ہونے کی خفیہ کوششیں شروع کر دیں۔ خلافتِ عثمانیہ میں فلسطین کے علاقے میں یہودیوں پر زمین خریدنے کی پابندی تھی۔ لہٰذا خلافتِ عثمانیہ کے علاقے یروشلم سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر دُور 1909ء میں روتھ شیلڈ دنیا بھر سے ساٹھ یہودی سرمایہ داروں کو لے کر پہنچا اور تل ابیب شہر کو بسایا جو آج ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کا دارالحکومت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی روتھ شیلڈ خاندان نے صہیونیت کے فروغ اور صہیونی عزائم کے راستے میں سے رکاوٹیں دور کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے۔

انیسویں صدی کے اختتام پر یہود کی قائم کردہ ڈیپ سٹیٹ اپنا حتمی وار کرنے کے لیے تمام تیاری مکمل کر چکی تھی۔ جنگ عظیم اوّل اس لیے شروع کروائی گئی کہ خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کیا جا سکے۔ پھر جنگ عظیم دوم کے بعد پوری دنیا پر امریکی اجارہ داری اور آئی ایم ایف کے معاشی استعمار کے ذریعے قبضہ جما لیا گیا۔ اپنے حریف سوویت یونین کو شکست سے دوچار کیا اور یوں 1990ء میں بش سینیئر کے ذریعے نیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ کیا جو درحقیقت جیو ورلڈ آرڈر تھا۔ لیکن یہودی جانتا ہے کہ اس کا اصل دشمن اسلام اور مسلمان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت کا مسلمان کسی طور پر یہود کی اجارہ داری کو چیلنج کرنے کی پوزیشن میں نہیں لیکن اسلام میں وہ فطری طاقت وقوت موجود ہے کہ اگر اس نظام کو اپنا کر اسے نافذ کر دیا جائے تو یہ ظلم کے نظام کو ختم کر کے عدل کے نظام کو قائم کر دے گا۔ بہرحال اب یہودی یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے بنیادی مقصد یعنی گریٹر اسرائیل اور دجال کی عالمی حکومت کے قیام سے بہت قریب پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا اب اسے جمہوریت اور سیکولرازم کے نام پر قائم حکومتوں کی ضرورت نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ تقریباً دو دہائیوں کے دوران مغرب اور اس کے اتحادیوں مثلاً بھارت میں مذہبی رجحانات رکھنے والوں کو سیاسی نظام میں پذیرائی دلوائی گئی ہے۔

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ساؤتھ پورٹ میں اسلاموفوبیا اور اُس کے نتیجہ میں مسلم دشمنی کا مظاہرہ کوئی اتفاقی یا الگ تھلگ واقعہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب اور اُس کے اتحادیوں (جیسے بھارت) میں اسلاموفوبیا نے جو قبضہ جمایا ہوا ہے اس کے محرکات اور اہداف دونوں یہود کی تاریخ اور اُن کے عزائم سے جُڑے ہوئے ہیں۔ عالمِ اسلام کا تو عالم یہ ہے کہ آج اللہ کے ساتھ کیے گئے قول و قرار اور عہد و میثاق سے انحراف کے باعث ہم پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی ہے اور ہم اللہ کے غضب میں گھرے ہوئے ہیں۔ لیکن پانی ابھی سر سے نہیں گزرا۔ قرآن و حدیث کی نصوص سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قیامت سے قبل پورے کرۂ ارض پر اللہ کے دین حق کا غلبہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوت کا نظام قائم ہو کر رہے گا۔ آج اُمتِ مسلمہ کو فکر اس بات کی کرنی ہے کہ باطل کے خلاف جدوجہد میں ہم کیا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق و باطل کے درمیان اس کشاکش میں اُمتِ مسلمہ ٹھیک رخ کا تعین کرے اور اپنے فرضِ منصبی کے مطابق صحیح کردار ادا کرے۔ آمین یا رب العالمین! ۞۞

جو لوگ انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آئے ان کے نزدیک صرف یہی نصب العین تھا کہ وہ یہاں اسلام کا نظام قائم کریں۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بارے میں دورِ حاضر کے جید علمائے کرام کی رائے ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے خدمت قرآن کا بہت بڑا کام لیا۔

یہ دعویٰ کرنا کہ میں موٹیویشنل سپیکر ہوں اور میں لوگوں کو بدل سکتا ہوں ایک غلط دعویٰ اور بہت بڑا فتنہ ہے۔

اپنی استعداد کے مطابق ہر مسلمان مکلف ہے کہ وہ دین پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے۔

ہوسکتا ہے ہماری زندگیوں میں اسلام نافذ نہ ہو لیکن اگر ہم نے اخلاص کے ساتھ جدوجہد کی تو یہ آخرت میں نجات کا ذریعہ ہوگی۔

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم و احباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: ہمارے ہاں مغربی ایجنڈے سے متاثر کچھ لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا تھا، یہ صرف مذہبی طبقے کی سوچ ہے، قائداعظم سیکولر تھے اور سیکولر سٹیٹ چاہتے تھے۔ آپ کے نزدیک اصل حقیقت کیا ہے اور یہ کیسے لوگ ہیں جو نظریۂ پاکستان سے انحراف کر رہے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: سیکولرازم کے تحت جو لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ریاست کا کوئی religion نہیں ہوتا، religion تو لوگوں کا private affair ہوتا ہے وغیرہ تو اس حوالے سے ہم یہ عرض کرتے ہیں لفظ religion دنیا کے دیگر مذاہب کے لیے تو ٹھیک ہو سکتا ہے، چاہے وہ یہودیت ہو، مسیحیت ہو وغیرہ وغیرہ لیکن اسلام انگریزی والا religion نہیں ہے بلکہ اسلام دین ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۣ﴾ (آیت: 19)

''یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔''

قرآن کریم اسلام کے لیے بار بار لفظ دین استعمال کرتا ہے اور دین کے مفاہیم میں بدلہ بھی ہے، قانون بھی ہے، اطاعت بھی ہے اور اگر ہم بہتر ترجمہ اردو میں کریں تو وہ 'نظام' ہے، انگریزی میں کریں تو وہ 'system' اور complete code of life ہے۔ یعنی دین اسلام ایک نظام کا نام ہے۔ علامہ اقبال نے قائداعظم کو خط لکھ کر جب لندن سے واپس بلایا تھا تو اس خط میں انہوں نے لکھا تھا کہ جہاں تک میں نے دنیا کے مسائل پر غور و فکر کیا ہے تو ان کا حل اسلامی شریعت کے سوا کہیں نہیں۔ ہم کیسے اسلامی شریعت کو نافذ کر سکتے ہیں جب تک کہ ہمارے پاس اپنا ایک آزاد خطہ زمین نہ ہو۔ اقبال کسی مدرسے سے پڑھے ہوئے نہیں تھے بلکہ انہوں نے جرمنی سے فلاسفی میں پی ایچ ڈی کی تھی۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ دین اپنا نفاذ چاہتا ہے۔ اس لیے انہوں نے قائداعظم کو خط لکھ کر بلایا کہ آپ آکر مسلمانوں کی قیادت کیجئے اور ان کے لیے ایک ایسی ریاست قائم کیجئے جہاں دین کا نفاذ ہو سکے۔ اس کے علاوہ علامہ کی شاعری بھی اسی تصور سے بھری ہوئی ہے۔ سیکولر عناصر قائداعظم کی گیارہ اگست کی تقریر کے دو تین جملے اپنے بیانیہ کے لیے پیش کرتے ہیں حالانکہ 11 اگست سے پہلے اور بعد کی قائداعظم کی 100 سے زائد تقاریر ریکارڈ پر موجود ہیں جن میں کبھی وہ کہتے ہیں کہ ہمارا دستور قرآن ہوگا، کبھی کہتے ہیں کہ اسلام نظام حیات ہے۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام نے انسانیت کو لاینحل مسائل سے دوچار کر دیا ہے۔ ہمیں اللہ نے موقع دیا تو اسلام کی عادلانہ تعلیمات پر مبنی ایک معاشی نظام دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ ان کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ تھے۔ ان سے قائداعظم نے فرمایا تھا کہ میرا یہ ایمان ہے کہ یہ پاکستان رسول اللہ ﷺ کا روحانی فیضان ہے اور اب ہمارا فرض ہے کہ ہم خلافت راشدہ کی روشنی میں یہاں اسلام کا نظام قائم کر کے دنیا کے سامنے ایک مثال پیش کریں تاکہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے اور دنیا کی بادشاہت مسلمانوں کو حاصل ہو۔ پھر یہ کہ جو لوگ بھی انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آئے ان کے نزدیک صرف ایک ہی نصب العین تھا کہ وہ یہاں اسلام کا نظام قائم کریں ورنہ نماز، روزہ، زکوٰۃ کی اجازت تو انڈیا میں بھی تھی اور حج کے لیے جانے کی بھی کوئی ممانعت نہیں تھی۔ جس نعرے نے تحریک پاکستان میں جان ڈالی تھی وہ یہی تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کلمہ کی بنیاد پر لوگوں کو متحرک کر کے خطہ زمین حاصل کیا گیا، یعنی لوگوں کو دھوکہ دیا گیا، معاذ اللہ۔ ایسا کہنا علامہ اقبال اور قائداعظم کی توہین ہے۔ ان کے نظریات کی توہین ہے اور ہمارے آباؤ اجداد جو اپنے گھر بار چھوڑ کر آئے یہ ان کی توہین ہے۔ کچھ لوگ 11 اگست کی تقریر کے چند جملوں کو بنیاد بنا کر یہ کہتے ہیں کہ قائداعظم سیکولر تھے اور سیکولر سٹیٹ چاہتے تھے۔ حالانکہ خود قائداعظم اکیڈمی نے چار جلدوں پر مشتمل قائداعظم کے فرامین شائع کیے ہیں، اس دور کے اخبارات کے تراشے موجود ہیں جو اس بات کے گواہ ہیں کہ قائداعظم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بعض خطبات اور کتابچے اس حوالے سے بہت قیمتی ہیں۔ مثلاً ''قائداعظم، علامہ اقبال اور نظریہ پاکستان'' کے موضوع پر ان کا خطاب بھی موجود ہے اور کتابچہ کی شکل میں شائع بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح ''اسلام اور پاکستان'' کے عنوان سے بھی کتابچہ موجود ہے۔ اسی موضوع پر ''استحکام پاکستان'' کے عنوان سے بھی ایک کتاب موجود ہے اور یہ سارا مواد تنظیم کی ویب سائٹ www.tanzeem.com پر بھی موجود ہے۔ ہم نے تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے اس طرح کے لٹریچر کو بھی عام کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ سوشل میڈیا پر بھی اس حوالے سے مختلف مواقع پر مہمات چلائی جائیں۔ پھر ہم نے پاکستان کے سیاستدانوں، بڑے صحافیوں، علماء اور اہل علم تک بھی اس لٹریچر کو پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

سوال: آج کل کی نوجوان نسل کو، علماء سے بغض پیدا کرنے والے اور دین کو اپنے نظریہ کے مطابق پیش کرنے والے گمراہ موٹیویشنل سپیکرز سے کیسے بچایا جا سکتا ہے اور

دین کے حقیقی تصور اور تقاضوں کو کیسے روشناس کرایا جاسکتا ہے؟ (نجی اللہ صاحب)

امیر تنظیم اسلامی: لفظ موٹیویشن کا ترجمہ کریں تو وہ ترغیب وتشویق ہے۔ ہمارے اسلاف نے احادیث کی تالیف سے جو کتب تحریر فرمائیں ان کے ''الترغیب و الترہیب'' جیسے نام رکھے۔ ترغیب یہ ہے کہ نیک اعمال کرو گے تو جنت ملے گی، ترھیب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ بشارت اور انذار قرآن کی اصطلاحات ہیں، ترغیب اور ترہیب ہمارے اسلاف کی اصطلاحات ہیں۔ کیا قرآن سے بڑھ کر موٹیویشن کہیں سے مل سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی خطابت کرنے والا ہوسکتا ہے؟ جو لوگ اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر ﷺ کی تعلیم کو بنیاد بنا کر عوام کی اصلاح کی کوششیں کرتے ہوں ان سے بڑھ کر موٹیویشنل سپیکر موجودہ زمانے میں کون ہوسکتا ہے؟ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی دعوت اور بیان سے کئی لوگوں کی زندگی بدل گئی۔ ان کو موٹیویشنل سپیکر کیوں نہیں کہا جاتا؟ اس کا مطلب ہے کہ موٹیویشنل سپیکر کی اصطلاح پر بھی سوالیہ نشان ہے۔ جہاں تک سوال کا تعلق ہے تو اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا 1985ء کا ایک خطاب موجود ہے جس میں آپ نے امت میں اُٹھنے والے فتنوں کے حوالے سے کلام کیا ہے۔ ان میں سے ایک بڑا فتنہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ اسلاف کی وہ سنہری زنجیر جس کے ذریعے اسلام ہم تک پہنچا اس کے حوالے سے بداعتمادی پیدا کی جاتی ہے، ان کے خلاف نفرت اُبھاری جاتی ہے اور پھر امت کا تعلق اس زنجیر سے کاٹنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں امت ایک بےلنگر جہاز کی مانند ہوگی اور موٹیویشنل سپیکرز جدھر چاہیں اس کا رُخ موڑ دیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ جب عقائد اور اعمال کا معاملہ ہو تو ہمیں رہنمائی حضور ﷺ کی سنت سے ملے گی۔ حدیث مبارکہ ہے کہ ''سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے قریب ہوں، پھر وہ جو ان کے قریب ہوں۔'' یہ امت کا گولڈن پیریڈ تھا۔ اصل دین وہاں سے ملے گا۔ اس اعتبار سے آج ہم تک جو دین پہنچا وہ امت کے سلسلۃ الذہب یعنی سنہری زنجیر سے پہنچا ہے۔ ان میں علمائے کرام بھی ہیں، مفسرین بھی ہیں، محدثین بھی ہیں اور فقہاء بھی ہیں۔ اگر اس زنجیر پر سے اعتماد ختم کر دیا گیا تو پھر سارا معاملہ ہی ختم ہوجائے گا۔ اسی تعلق سے یہ کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنین بادشاہ کا معاملہ کسی کو سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ تو قصہ ہی زمان ومکان کا تھا۔ یہی سب سے بڑا فتنہ ہے۔ دین محمد مصطفیٰ ﷺ پر مکمل ہوا۔ تعبیر اور تشریح آپ ﷺ عطا کر کے گئے۔ نئے مسائل کے لیے اجتہادی بصیرت رکھنے والے علماء مسائل کے جوابات ہمارے سامنے رکھیں گے۔ مگر آج ہم کھڑے ہو کر یہ کہیں کہ کسی کو سمجھ نہیں آیا تو یہ سوالیہ نشان ہے۔ یہ نکتہ بھی سامنے رہے کہ علماء بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک علماء سوء اور دوسرے علماء حق۔ اگر ہم علمائے حق سے اپنے آپ کو دور کرلیں گے تو یہی راستہ ہمیں گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اور پھر آزاد خیالی کے ساتھ جو چاہے گا تشریح کرے گا۔ اس اعتبار سے ہمیں امت کے اسلاف سے جڑے رہنے کی ضرورت ہے۔

سوال: اچھے موٹیویشنل سپیکر کی کیا کیا علامات ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: ہم سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے محتاج ہیں۔ یہ دعویٰ کرنا کہ میں موٹیویشنل سپیکر ہوں، میں لوگوں کو بدل سکتا ہوں۔ جو یہ دعویٰ کرتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ ہدایت دینا، لوگوں کو بدلنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ دوسری بات ڈاکٹر اسرار احمدؒ یہ فرماتے تھے کہ جس کے پاس بیٹھ کر، جس کو دیکھ کر تمہارے اندر آخرت کی فکر پیدا ہو اور تمہارا دل کرے کہ تم اللہ کو راضی کرنے میں اور آخرت کی فکر کرنے میں آگے بڑھو، ان شاءاللہ وہ خیر والا بندہ ہوگا۔ یہ موٹیویشنل سپیکر دینی مشاہیر میں سے کسی کا نام لینے سے کیوں کتراتے ہیں؟ یہ بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔ یہ دراصل مغرب سے مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ اگر کوئی داڑھی والا یا ٹوپی والا شخص کسی کالج یا یونیورسٹی میں تقریر شروع کرتے ہوئے انگریزی کے چند الفاظ بول دے تو لوگ اس کی بات کو قبول کرلیتے ہیں۔ حالانکہ اگر معیار صرف انگریزی زبان ہے تو نیویارک اور لندن میں جھاڑو دینے والے کی انگلش ہمارے ان لوگوں سے زیادہ بہتر ہوگی۔ بجائے اس کے ہمارے موٹیویشنل سپیکر اگر بتائیں کہ یہ اللہ کی آیات ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کا یہ پیغام ہے اور ہمارے اسلاف نے اس طرح سمجھا ہے، آج دنیا بھی غور وفکر کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچ رہی ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ یعنی کتاب وسنت اصل ہدایت ہے۔ اس کی روشنی میں بیان کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ قول وفعل میں تضاد نہ ہو۔ بعض لوگوں کی بات بڑی سادہ ہوتی ہے مگر دل پر اثر کرتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پیچھے ان کا عمل بول رہا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی مثال لے لیجیے۔ بعض اوقات غیرت دینی کی وجہ سے ان کے بیان میں غصے کا اظہار بھی ہوتا تھا مگر لوگ یہ کہتے تھے کہ ان کا اندر بول رہا ہے۔ وہ جو بات کر رہے ہیں، اس مشن کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو کھپایا بھی ہے۔ چنانچہ انسان کا عمل بولتا ہے تو لوگوں میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔ ورنہ بڑے سے بڑا موٹیویشنل سپیکر ہو مگر اسے دیکھ کر آخرت کی فکر پیدا نہ ہو، عمل کا جذبہ پیدا نہ ہو بلکہ دنیوی لالچ اور حرص میں ہی اضافہ ہو تو میرے خیال میں وہ فتنہ ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ نرم لہجہ اور خیر خواہی کا جذبہ بھی بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اگر شروع ہوجائیں کہ فلاں بھی غلط، فلاں بھی کافر ہے تو بات کا اثر نہیں ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کس میں غیرت دینی ہوگی اور فرعون سے بڑھ کر کون ظالم اور جابر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تاکید کی کہ:

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝﴾ (طٰہٰ) ''تو (دیکھو!) اس کے ساتھ نرم (انداز میں) بات کرنا شاید کہ اس طرح وہ سوچے یا ڈرے۔''

جب ضرورت پیش آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے ترکی بہ ترکی جواب بھی دیا لیکن جب دعوت دینے جا رہے ہیں تو اللہ نے حکم دیا کہ نرمی سے بات کرنا۔ اللہ تعالیٰ تو یہاں تک بھی قرآن میں حکم دیتا ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ﴾ (الانعام:108)

''اور مت گالیاں دو (یا مت برا بھلا کہو) ان کو جنہیں یہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا' تو وہ اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے زیادتی کرتے ہوئے بغیر سوچے سمجھے۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ بدترین آدمی وہ ہے جو اپنے والدین کو گالی دیتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! اپنے ماں باپ کو گالی کون دے گا؟ فرمایا: جو کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دی جاتی ہے تو قصوروار وہ خود ہے۔ آج اگر کوئی نام نہاد موٹیویشنل سپیکر کسی کی کردار کشی پر اُتر آئے تو جواب میں اس کی بھی کردار کشی ضرور کی جائے گی اور یہ نہ رُکنے والا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ زبان درازی تو ویسے بھی جہنم میں لے جانے والی چیز ہے۔ آخری بات یہ کہ: (الدین النصیحہ) دین نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے۔ آپ جس کو دعوت دے رہے ہیں اس کے حوالے سے آپ کے دل میں خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہیے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''آپ دعوت دیجیے اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ' اور ان سے بحث کیجیے بہت اچھے طریقے سے۔ یقیناً آپ کا رب خوب واقف ہے اُن سے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ خوب جانتا ہے اُن کو بھی جو راہ ہدایت پر ہیں۔'' (النحل:125)

ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ آپ کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ آپ لوگوں کو خیر اور بھلائی کی طرف بلائیں تو اس کے لیے لازم ہے کہ آپ اچھے انداز سے اور خیر خواہی کے جذبے سے بات کریں۔

سوال: یہاں انڈیا میں جب بھی میں اپنے آس پاس کے لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا حوالہ دیتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ وہ عالم نہیں تھے۔ اس بات پر میرا خون کھول اُٹھتا ہے کہ ایک شخص نے اپنا پروفیشن ترک کر کے اللہ کے دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور لوگ اس کی بات سننے کو اس لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ عالم نہیں تھا۔ کیا دعوت دینا صرف علماء کا کام ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جب میں قرآن کے ذریعے لوگوں کو دعوت دیتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ تم قرآن کو نہیں سمجھ سکتے، اگر تم قرآن کو خود سمجھنے کی کوشش کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ کیا قرآن کو صرف علماء ہی سمجھ سکتے ہیں؟ ایسی صورتحال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ (محمد طائف، یوپی علی گڑھ انڈیا)

امیر تنظیم اسلامی: ہمارے ہاں عام طور پر عالم دین اسے کہا جاتا ہے جس نے باقاعدہ طور پر درس نظامی کا کورس کیا ہو۔ اس لحاظ سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ خود بھی اپنے آپ کو عالم نہیں کہتے تھے۔ جہاں تک دعوت دین کی بات ہے، غلبہ دین کی جدوجہد میں حصہ لینے کی بات ہے تو یہ ہر مسلمان پر لازم ہے اور اپنی استعداد کے مطابق ہر مسلمان اس کا مکلف بھی ہے کہ وہ دین پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بارے میں اس دور کے جید علمائے کرام کی رائے ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے خدمت قرآنی کا بہت بڑا کام لیا۔ موجودہ دور کے حالات اور مستقبل کے منظر نامے کا تجزیہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جس طرح ڈاکٹر صاحبؒ نے کیا ہے یہ بھی بہت بڑا کام ہے۔ پھر یہ کہ نظام خلافت کے حوالے سے امت کو بیدار کرنا اور اس کے لیے باقاعدہ تحریک شروع کرنا بھی ایک عظیم کام ہے جو ڈاکٹر صاحبؒ سے اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اس لحاظ سے کئی بڑے بڑے علماء نہ صرف ڈاکٹر صاحبؒ کے کام کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان سے استفادہ بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو ترغیب بھی دلاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحبؒ کے مشن کو سمجھو اور اس میں حصہ لو۔ دہلی کے ایک بہت بڑے عالم مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحبؒ نے ڈاکٹر صاحبؒ کی دستار بندی بھی کی تھی۔ مدارس کی اصطلاح میں دستار بندی اعزازی پی ایچ ڈی کے برابر ہوتی ہے۔ اس بات کا ذکر ضمناً آ گیا ورنہ ڈاکٹر صاحبؒ اس کا ذکر نہیں کرتے تھے اور نہ ہم کرتے ہیں۔

پھر یہ کہ ایک مرتبہ جیو پر ڈاکٹر صاحبؒ کا انٹرویو افتخار احمد نے کیا اور پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحبؒ کو سنتے ہوئے احتیاط کرنی چاہیے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے کہا بالکل کرنی چاہیے کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔ آپ مجھے بھی سنیں اور دیگر مفسرین کو بھی سنیں۔ جہاں تک اس منطق کا تعلق ہے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے تو پھر جن لوگوں کو عربی آتی ہے ان پر بھی پابندی لگنی چاہیے کہ وہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ وہ گمراہ ہو جائیں گے۔ یہ ایک بے تکی بات ہے۔ ہمارے جن بزرگوں نے قرآن پاک کے اُردو میں ترجمے کیے ہیں، تفاسیر لکھی ہیں کیا انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ سارا کام کیا ہے؟ تیسری بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کے مطالعہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تذکر کا پہلو ہے جس میں عام آدمی بھی نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور احکام پر عمل کر سکتا ہے جیسے نماز روزہ کا بیان ہے، یہ عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ جبکہ ایک تدبر کا پہلو ہے کہ گہرائی میں جا کر علم وحکمت کے موتی نکالے جائیں تو یہ کام علماء کا ہے اور قیامت آ جائے گی لیکن قرآن کے علم وحکمت کے موتی ختم نہ ہوں گے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک کتابچہ ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں فہم قرآن کے ان دونوں پہلوؤں پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ہم لوگوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ آپ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا بیان سنیے اور جتنا سمجھ میں آتا ہے اس پر عمل کیجئے اور اگر آپ نے علم و حکمت کے موتی تلاش کرنے ہیں تو پھر عربی سیکھیے اور باقاعدہ علم حاصل کیجئے۔

سوال: خطبہ حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے فرمایا: ((بلغوا عنی ولو آیة)) ''میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ چاہے ایک ہی آیت ہو'' اس کا ہم کیا مفہوم لیں گے؟

امیر تنظیم اسلامی: پہلی بات یہ کہ امتی وہی شخص کہلائے گا جو امتی والا کام کرے گا۔ امام قرطبیؒ نے یہ بات لکھی ہے کہ جو شخص امتی والا کام نہیں کر رہا وہ امتی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ امتی والا کام کیا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے' تم حکم کرتے ہو نیکی کا' اور تم روکتے ہو بدی سے۔''

(آل عمران:110)

ہر مسلمان اپنی استعداد کے مطابق مکلف ہے کہ اللہ نے جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے وہ خود بھی کرے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے اور جن سے روکا ہے ان سے خود بھی رک جائے اور دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ جو تذکر کا پہلو ہے اس کے لیے زیادہ علوم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہمیں قرآن کو ایسے پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے جیسے ایک بدو کے سامنے قرآن تھا، بدو کو عربی آتی تھی لہٰذا قرآن کے تذکر کے پہلو کو وہ بھی سمجھ سکتا تھا۔ جس کو عربی نہیں آتی تو وہ ترجمہ کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کرے۔ علماء نے ترجمہ عوام کے لیے ہی کیا ہے۔ لیکن اگر آپ عربی سیکھ لیں تو یہ اور بھی بہتر ہوگا۔

سوال: یہ اعتراضات جن کا ذکر ہمارے بھائی نے کیا ہے ہم بچپن سے سنتے آ رہے ہیں اور ایک بہت بڑی تحریک میں اس پر زیادہ تکرار ہوتی ہے۔ کیوں؟

امیر تنظیم اسلامی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ایک تحریر ہے جس سے وہ خود بھی بہت محبت کرتے تھے، وہ قرآن اور جہاد ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے نتیجے میں ایک تحریک برپا ہوئی، اسی قرآن کے ذریعے اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کی تربیت کی، اسی قرآن کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی طاقت پیدا ہوئی اور اس کی بنیاد پر پھر جہاد کا آغاز ہوا اور بالآخر ایک ایسا انقلاب آیا جس نے باطل نظام کو خاک میں ملا دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کے متعلق فرماتا ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①﴾ (القدر) ''یقیناً ہم نے اتارا ہے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں۔''

تقدیروں کو بدل دینے والی رات میں تقدیروں کو بدل دینے والا کلام نازل ہوا۔ مشرکین کو معلوم تھا کہ یہ کلام باطل نظام کی بنیادوں کو ہلا دینے والا ہے۔ لہٰذا اسی لیے انہوں نے کہا تھا:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ○﴾ (فصلت:26) ''اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں فضول شور وغل مچاؤ تاکہ تم غالب آ جاؤ۔''

مغربی تہذیب کے علمبرداروں اور ان کے غلاموں کو بھی پتا ہے کہ اگر مسلمان قرآن کے اصل پیغام کو سمجھنے لگ گئے تو باطل استعماری نظام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے کیونکہ قرآن اپنا نفاذ چاہتا ہے۔ اس لیے یہ صدیوں کی داستان ہے کہ بیرونی دشمن بھی اور اندرونی میر جعفر اور میر صادق بھی ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ لوگوں کو فہم قرآن سے دور رکھا جائے۔ آج ہمارا سیکولر طبقہ کہتا ہے کہ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ ہونا چاہیے۔ سیکولرازم کی تعریف یہ ہے کہ religion انفرادی معاملہ ہے، اپنے گھر میں، اپنے معبد میں جس کی چاہے کوئی عبادت کرے لیکن

اجتماعی سطح پر religion کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ جبکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ انفرادی سطح پر اسلام کو قبول کرنے کے معاملے میں کسی پر کوئی جبر نہیں:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ﴾ (البقرۃ:256) ’’دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔‘‘

ہر امتی مکلف ہے کہ دین پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی خیر خواہی کے جذبے کے تحت دعوت دے مگر کسی کو گن پوائنٹ پر اسلام قبول نہیں کروایا جائے گا۔ فرمایا:

﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳﴾ (الدھر: 3)

’’اب چاہے تو وہ شکر گزار بن کر رہے، چاہے ناشکرا ہو کر۔‘‘

آپ کا کام ہے دعوت دینا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی کفر اور ناشکری کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ خود اللہ تعالیٰ کو جواب دے گا۔ لیکن یہی قرآن اجتماعی سطح پر یہ حکم دیتا ہے کہ:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ﴾ ’’حکم تو صرف اللہ کا ہے۔‘‘

اجتماعی سطح پر، معاشرے میں، عدالت میں، حکومت اور اداروں میں اللہ کا حکم نافذ ہونا چاہیے۔ یعنی قرآن باطل نظام کو زمین بوس کر کے اللہ کے نظام کو قائم کرنے کی بات کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب اور اس کے پروردہ لوگوں کو یہ پریشانی ہے کہ لوگ قرآن کو کیوں سمجھ رہے ہیں۔

سوال: میں تنظیم اسلامی کا رفیق ہوں اور الحمدللہ تنظیم میں صرف اللہ کے نظام کے نفاذ کے لیے شامل ہوا ہوں، اس کے علاوہ کوئی ذاتی خواہش نہیں رکھتا۔ ایک چیز جس پر میں سوچنے پر مجبور ہوں کہ تنظیم کا پلان پُرامن دھرنا ہے، ہوسکتا ہے کئی ماہ کا طویل دھرنا ہو، حکومت کی طرف سے شدید ردعمل بھی آسکتا ہے، شہادتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ تنظیم ہماری روح کی تربیت تو اچھی کر رہی ہے لیکن کیا آپ کو نہیں لگتا کہ رفقاء کی ظاہری جسمانی تربیت بھی ہونی چاہیے تاکہ ان میں برداشت کا مادہ پیدا کیا جائے کیونکہ یہ چیز بھی ہمیں سیرت سے ملتی ہے؟ (فرحان فدا، کراچی)

امیر تنظیم اسلامی: پہلی بات تو یہ ہے کہ دین پر عمل کرنا، دین کی دعوت دینا، دین کے قیام کی جدوجہد کرنا میرے دینی فرائض میں شامل ہے جو میں اکیلے نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے کسی دینی اجتماعیت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اس لیے میں تنظیم میں شامل ہوا اور تنظیم اسلامی کا ہدف اسلامی نظام کا قیام ہے۔ مگر یہ کام ہم نے اس لیے کرنا ہے تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور آخرت میں نجات مل جائے۔ یہ اصولی سبق ہمیں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بھی دیا ہے اور ان کے بعد سابق امیر حافظ عاکف سعید صاحب حفظہ اللہ نے بھی دیا ہے۔ ہوسکتا ہے ہماری زندگیوں میں اسلام نافذ نہ ہو لیکن اگر ہم نے اخلاص کے ساتھ جدوجہد کی ہوگی تو آخرت میں ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے گی۔ دوسری بات سوال میں یہ آئی کہ جسمانی تربیت بھی ہونی چاہیے۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے رہنمائی لیں تو ہماری روحانی تربیت بھی ہوگی، جسمانی تربیت بھی ہوگی۔ لیکن آج ہمارا لائف سٹائل ایسا بن چکا ہے کہ طرح طرح کی بیماریوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ عشاء کی نماز کے فوراً بعد سو جایا کرتے تھے۔ آج ہم ساری رات جاگتے ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ لہٰذا نیند میں جو فوائد اللہ نے رکھے ہیں وہ ہمیں حاصل نہیں ہو رہے۔ رسول اللہ ﷺ تہجد کے وقت بیدار ہوتے تھے اور تہجد پڑھتے تھے، اللہ سے مدد اور نصرت کے طلب گار ہوتے تھے۔ آج ہم اس سنت سے بھی محروم ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ رسول اللہ ﷺ نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرتے تھے۔ اگر ہم بھی اس سنت پر عمل کریں تو ہماری جسمانی اور روحانی تربیت کے لحاظ سے یہ بہت مفید عمل ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری جدوجہد منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مطابق ہونی چاہیے تو منہج انقلاب نبوی ﷺ میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں۔ اگرچہ ہمارے منہج میں عسکری تربیت شامل نہیں ہے، اس کی جگہ ہم نے صبر و استقامت کے مراحل سے گزرنا ہے۔ اس کے لیے بھی ہماری مشق ہونی چاہیے۔ اس مشق کے لیے ضروری ہے کہ ہم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی اپنے گھر سے شروع کریں اور پھر اپنے دوست احباب اور محلے تک اس دائرہ کو پھیلاتے جائیں تو صبر و استقامت کے لحاظ سے ہماری تربیت ہوتی جائے گی۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں آپ کو مخالفتوں، مشکلات اور مصائب کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ ان سب مراحل سے ہم گزریں گے تو ہماری روحانی تربیت بھی ہوگی اور جسمانی تربیت بھی ہوگی۔ ان شاء اللہ

قارئین پروگرام ’’امیر سے ملاقات‘‘ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

پریس ریلیز 23 اگست 2024ء

سپریم کورٹ کا مبارک ثانی قادیانی کیس میں اپنے متنازعہ فیصلوں کی تصحیح کرنا انتہائی خوش آئند ہے

شجاع الدین شیخ

سپریم کورٹ کا مبارک ثانی قادیانی کیس میں اپنے متنازعہ فیصلوں کی تصحیح کرنا انتہائی خوش آئند ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ 6 فروری اور 24 جولائی 2024ء کو سپریم کورٹ کی جانب سے مبارک ثانی قادیانی کیس میں جاری کردہ دونوں فیصلوں میں شرعی، آئینی اور قانونی سقم موجود تھے جن کی جانب دینی جماعتوں، علماء کرام، ملک بھر کی بار ایسوسی ایشنز، وکلاء حضرات، پارلیمان میں موجود عوامی نمائندگان اور خود عوام نے نہ صرف بھرپور انداز میں توجہ دلائی بلکہ ایک پُرامن اور موثر تحریک کا سا سماں باندھا جو یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ تمام افراد، تنظیم اور اداروں نے سپریم کورٹ سے استدعا کی کہ اس معاملے کو ایک مرتبہ پھر دیکھا جائے اور اپنے سابقہ دونوں فیصلوں میں موجود تمام شرعی، آئینی اور قانونی سقم دور کیے جائیں۔ امیر تنظیم نے کہا کہ چیف جسٹس کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ نے 22 اگست 2024ء کو اس معاملے کی تیسری مرتبہ سماعت کی۔ دورانِ سماعت جید علمائے کرام اور دینی و مذہبی جماعتوں کو اپنا موقف پیش کرنے کا بھرپور موقع دے کر اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وفاقی حکومت کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے چیف جسٹس نے گزشتہ دونوں فیصلوں میں اپنے سہو کا اعتراف کیا۔ سماعت کے اختتام پر سپریم کورٹ کے تین رکنی بینچ کی جانب سے جاری کردہ مختصر فیصلہ میں 6 فروری اور 24 جولائی 2024ء کے فیصلوں سے تمام متنازعہ پیراگرافس حذف کرنے اور قادیانیوں پر آئین و قانون میں عائد تمام پابندیاں بحال کرنے کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ یہ حکم بھی دیا ہے کہ حذف شدہ پیراگرافس کو نظیر کے طور پر پیش یا استعمال نہیں کیا جاسکے گا۔ مزید برآں مبارک ثانی قادیانی کیس میں ٹرائل کورٹ کو ان پیراگرافس سے متاثر ہوئے بغیر قانون کے مطابق مقدمہ جاری رکھنے کی بھی ہدایات جاری کی ہیں۔ امیر تنظیم نے پوری قوم کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ بادی النظر میں یہ مسلمانانِ پاکستان کی ردِ قادیانیت کے محاذ پر ایک اور تاریخی فتح ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم توقع کرتے ہیں کہ تفصیلی فیصلہ میں بھی کسی قسم کا ابہام باقی نہیں رہنے دیا جائے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ابلیس کی مجلس شوریٰ

(گزشتہ سے پیوستہ)

ابلیس کی مجلس شوریٰ میں ابلیس کی تقریر کے بعد اُس کے مختلف مشیر اپنا اپنا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

پہلا مشیر

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام

حسب رواج ابلیس کی خوشامد سے بات کا آغاز کرتے ہوئے اس کا مشیر کہتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا نظام بہت مستحکم ہے اور اس نظام کی بدولت عوام میں خوئے غلامی پیدا ہو چکی ہے۔ یعنی عوام نے ذہنی اور نفسیاتی طور پر ہمارے نظام کی غلامی کو قبول کر لیا ہے، اب وہ اسی میں خوش ہیں۔ آگے کہتا ہے۔

ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجود
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نماز بے قیام

ابلیس کے قائم کیے ہوئے نظام کے تحت شروع دن سے لوگ بادشاہوں کو سجدہ کرتے آئے ہیں۔ باطل نظام کے سامنے جھکنا ان کی فطرت میں شامل ہو چکا ہے۔ یہ ایسی نماز کے عادی ہو چکے ہیں جس میں قیام نہیں ہے یعنی حق کے لیے کھڑا ہونا ان کی فطرت میں شامل ہی نہیں رہا۔ مزید کہتا ہے۔

آرزو اول تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

باطل نظام کی غلامی سے نکلنے کی آرزو اول تو ان میں پیدا ہی نہیں ہوتی کیونکہ وہ نفسیاتی طور پر ہمارے غلام بن چکے ہیں۔ باطل کی غلامی ان کا عقیدہ بن چکی ہے اور ان کی سوچ اور فکر کا حصہ بن چکی ہے۔ ہزاروں میں سے کسی ایک کے دل میں اگر انقلابی سوچ پیدا بھی ہو جائے تو وہ باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار نہیں کر پاتی کیونکہ ایک تو لوگ باطل نظام سے نکلنے کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہیں، ان کے اس باطل ابلیسی نظام کے ساتھ مفادات وابستہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا انقلابی سوچ اگر کہیں پیدا ہو بھی جائے تو اول تو وہ مر جاتی ہے یا پھر خام ہی رہتی ہے۔ یعنی عمل میں نہیں ڈھل پاتی۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ انقلاب لانا ہے تو پہلے اپنے پانچ چھ فٹ کے جسم پر اسلام نافذ کرو۔ پھر گھر والوں کو دعوت دو، ان کو بدلنے کی کوشش کرو، پھر معاشرے کی سطح پر یہ تحریک شروع ہوگی اور آخر میں ریاست کی سطح پر انقلابی تحریک چلے گی تاکہ باطل نظام کے استحصالی ہتھکنڈوں سے عوام کو بچایا جا سکے۔ مگر وہاں باطل نظام کے کسٹوڈین اور ابلیس کے کارندے اور مہرے آڑے آجاتے ہیں۔ یہ ایک مکمل جدوجہد ہے جو ہر کوئی نہیں کر پاتا۔ پھر یہ کہ سیکولرازم کے نام پر ابلیسی نظام نے لوگوں کو تعلیم یہ دی ہے کہ مذہب تمہارا انفرادی معاملہ ہے، اجتماعی نظام میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا اب ایک شخص ایمان بھی رکھتا ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سمیت انفرادی سطح پر تمام دینی تقاضے پورے کر رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ بس یہی دین ہے، وہ نظام کو بدلنے کی سوچ ہی نہیں رکھتا اور دین کو سیاست سے الگ سمجھتا ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر ابلیسی نظام مستحکم انداز میں چل رہا ہے اور عوام اس کی غلامی میں لگے ہوئے ہیں۔ آگے کہتا ہے۔

یہ ہماری سعیِ پیہم کی کرامت ہے کہ آج
صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام

مشیر کہتا ہے کہ ہم نے صدیوں کی محنت سے لوگوں کو جو فلسفہ پڑھا دیا ہے اور جو جال ہم نے پھیلا دیے ہیں، ان کی بدولت اب عام آدمی تو عام آدمی، ملا اور صوفی بھی ہمارے ابلیسی نظام کے شکنجے میں ذہنی طور پر جکڑے جا چکے ہیں۔ فارسی میں ایک جگہ اقبال کہتے ہیں:

شیخ او لُرد فرنگی را مرید
گرچہ گوید از مقام بایزید

یہ شیخ بھی فرنگی لاٹ کا مرید بن چکا ہے۔ بظاہر شیخ بڑے زہد و تقویٰ کا مظاہرہ کر رہا ہے مگر اندر سے وہ بھی فرنگی فکر میں غرق ہے۔ یعنی کالا انگریز ہے۔ آگے کہتے ہیں۔

گفت دیں را رونق از محکومی است
زندگانی از خودی محرومی است

یعنی ملوکیت کے خلاف، باطل نظام کے خلاف بات کرنا گناہ سمجھ لیا جائے، امن کے نام پر غلامی کی زندگی جینا دین سمجھ لیا جائے۔ دلوں سے خودداری نکل جائے تاکہ غلط نظام کے بارے میں کوئی سوال سرے سے پیدا ہی نہ ہو۔

طبع مشرق کے لیے موزوں یہی افیون تھی
ورنہ قوالی سے کچھ کم تر نہیں علمِ کلام

اصول دین کو عقلی اور منطقی دلائل سے ثابت کرنے کا علم، علم الکلام کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ النور کے پانچویں رکوع میں ایمان کے اجزائے ترکیبی کا ذکر ہے کہ دو چیزیں مل کر ایمان وجود میں آتا ہے۔ ایک یہ کہ انسان کے اندر ایک صحیح اور سالم فطرت موجود ہو، صاف دل موجود ہو۔ دوسرا یہ کہ اوپر سے وحی کی تعلیم اثر انداز ہو جائے تو ایمان وجود میں آجاتا ہے۔ زمین کی مثال آپ لے لیں۔ بارش یکساں طور پر ہر جگہ ہوتی ہے مگر کہیں سبزہ اور ہریالی نکل آتی ہے اور کہیں بارش کا اثر نہیں ہوتا کیونکہ وہ زمین بنجر یا سیم زدہ ہوتی ہے۔ گویا زمین کے اندر جہاں سبزہ و ہریالی کے بیج موجود ہوں گے وہاں بارش بھی اثر کرے گی۔ اسی طرح جس انسان کی فطرت سلیم ہوگی تو اس پر وحی کی تعلیم بھی اثر کرے گی اور وحی کے نور سے نور ایمان پیدا ہوگا۔ اسی طرح عقائد کو دلائل سے سمجھانے کے علم کو علم الکلام کہا جاتا ہے۔ علم الکلام میں بھی ضرورت سے زیادہ دلچسپی اور لوگوں کا اس میں انہماک ان کو عمل سے فارغ کر دیتا ہے وہ اسی بحث و مباحثہ میں لگے رہتے ہیں۔ ابلیس کا مشیر یہ کہتا ہے کہ ہم نے جو فلسفہ اور فکر اقوام مشرق کو پڑھا دیا ہے وہ علم الکلام کے نام پر اسی کی قوالی گا رہے ہیں اور عمل کی طرف ان کی توجہ جا ہی نہیں رہی۔ آگے کہتا ہے۔

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

علم الکلام کی طرف زیادہ توجہ کی وجہ سے ان کے اعمال اپنی اصل روح سے خالی ہیں۔ دین کا جو حقیقی اور جامع تصور تھا کہ اس کو بطور نظام قائم کیا جائے اور اس کے لیے جہاد کیا جائے وہ انہوں نے فراموش کر دیا اور چھوٹے چھوٹے علمی اور فقہی مسائل میں اُلجھ کر رہ گئے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں، تُو باقی نہیں ہے

نمازیں بھی پڑھی جا رہی ہیں، روزے بھی رکھے جا رہے ہیں، حج بھی ہو رہے ہیں اور عمرے بھی ہو رہے ہیں مگر جو اصل مقصد تھا کہ اللہ کی بڑائی کو قائم کیا جائے، اللہ کے دین کو قائم کیا جائے وہ بھول چکے ہیں۔ (باقی صفحہ 11 پر)

پاکستان کا قیام بھی اسلام کی بنیاد پر ہوا تھا اور اس کا استحکام بھی اسلام کی بنیاد پر ہی ممکن ہے: شجاع الدین شیخ

فلسطینیوں سے محبت اہلِ پاکستان کے ڈی این اے میں شامل ہے: سینیٹر مشاہد حسین سید

اگر آپ اہل غزہ کی کچھ اور مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کے لیے آواز اٹھائیں: بلال الاسطل

اہل غزہ کے عزم اور استقامت نے گریٹر اسرائیل کے مکروہ منصوبہ پر پانی پھیر دیا ہے: امیر العظیم

یہود صرف مسلمانوں کے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے دشمن ہیں: علامہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر

اسرائیل کے خلاف عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی نفرت ہی اس کے انجام کا باعث بنے گی: خورشید انجم

قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ''اسرائیلی عزائم، استحکامِ پاکستان اور عالمِ اسلام کا مستقبل'' کے عنوان سے منعقدہ سیمینار کی رپورٹ

مرتب: محمد رفیق چودھری

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام 6 اگست 2024ء کو قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں ''اسرائیلی عزائم، استحکام پاکستان اور عالمِ اسلام کا مستقبل'' کے عنوان سے ایک سیمینار کا انعقاد ہوا جس کی صدارت امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ نے کی جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ڈاکٹر ضمیر اختر خان نے ادا کیے۔ تقریب کا آغاز ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دیرینہ ساتھی محترم حافظ محمد رفیق کی تلاوت قرآن پاک و ترجمہ سے ہوا۔ بعدازاں تنظیم اسلامی کے حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم فیروز پور روڈ کے رفیق طیب رسول نے نظم ''میں فلسطین ہوں'' کے اشعار پڑھے۔ اس کے بعد سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے جن خیالات کا اظہار کیا ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

شجاع الدین شیخ (امیر تنظیم اسلامی): بنی اسرائیل کی تاریخ سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے انبیاء کرام سے دشمنی کو اپنا شیوہ بنایا اور آخری نبی و رسول حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد سے لے کر آج تک یہود کا اصل ہدف مسلمان ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ 7 اکتوبر 2023ء کے بعد سے اسرائیل نے جس سطح پر مسلسل درندگی کا کھلم کھلا مظاہرہ کیا ہے، اُس نے مغرب کے عوام میں بھی صہیونیوں کے خلاف نفرت بھر دی ہے۔ مغرب کی یونیورسٹیوں اور سڑکوں پر بھی اسرائیلی درندگی کے خلاف اور مظلوم و مجبور فلسطینیوں کے حق میں بڑے پیمانے پر مظاہرے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ آج امتحان اگر حماس کے مجاہدین اور غزہ کے عوام کا ہے تو امتحان باقی امت مسلمہ کا بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فلسطینی مسلمان تو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اس امتحان میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ لیکن ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ اس امتحان میں ناکامی کی صورت میں ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ جب ایک فلسطینی بچہ شہید ہوتے وقت یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کے ہاں جا کر شکایت کروں گا کہ کسی مسلمان ملک نے میری مدد نہیں کی تو کیا ان ممالک کے حکمران اللہ کے ہاں مجرم شمار نہیں ہوں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ حرم مکی اور حرم مدنی کی طرح مسجد اقصیٰ بھی مسلمانوں کا حرم ہے۔ اس کا دفاع امتِ مسلمہ پر فرض ہے۔ حرمِ اقصیٰ کی حفاظت اُس صورت میں ممکن ہو سکے گی جب امتِ مسلمہ متحد ہوگی۔ احادیث مبارکہ میں واضح خبریں موجود ہیں کہ حق و باطل کے آخری معرکہ میں خراسان کے علاقہ کا اہم کردار ہوگا جس میں پاکستان کا ایک حصہ بھی شامل ہے۔ لہٰذا ہمیں پاکستان کو مستحکم کرنا ہوگا۔ اپنے نظریہ کی طرف لوٹنا ہوگا۔ پاکستان کا قیام بھی اسلام کی بنیاد پر ہوا تھا اور اس کا استحکام بھی اسلام کی بنیاد پر ہی ممکن ہے۔ یہی تنظیم اسلامی کی دعوت ہے۔ استحکامِ پاکستان کا واحد ذریعہ ملک میں اسلام کا نفاذ ہے اور ایک مضبوط اور مستحکم پاکستان ہی اسرائیل کا اصل توڑ ہے۔

خورشید انجم (مرکزی ناظم نشر و اشاعت و تعلیم و تربیت تنظیم اسلامی پاکستان): گزشتہ ساڑھے دس ماہ کے دوران جس طرح اسرائیل نے غزہ پر مسلسل وحشیانہ بمباری کی ہے اُس نے دنیا بھر میں صہیونیوں کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکا دی ہے اور اسی نفرت کے باعث عنقریب اسرائیل اپنے انجام کو پہنچے گا۔ یہود کو دنیا بھر سے لا کر گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے آباد کیا جا رہا ہے لیکن یہی گریٹر اسرائیل یہود کا قبرستان بنے گا۔ صہیونیوں کے مذموم عزائم میں شامل ہے کہ ایک بڑی جنگ کا آغاز کیا جائے، گریٹر اسرائیل کو قائم کیا جائے اور مسجد اقصیٰ کو شہید کر کے اُس کی جگہ تھرڈ ٹیمپل بنایا جائے۔ یہود کا منصوبہ اپنی جگہ لیکن ایک منصوبہ اللہ کا بھی ہے اور وہی پایۂ تکمیل کو پہنچ کر رہے گا۔ خراسان سے لشکر روانہ ہوں گے جو حضرت مہدی کی بھی نصرت کریں گے اور ایلیا (یروشلم) کو یہود سے پاک کریں گے۔ قیامت سے قبل نظامِ خلافت کل روئے ارضی پر قائم اور نافذ ہو کر رہے گا۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور اس کام میں ہم کیا حصہ ڈال رہے ہیں۔

سینیٹر مشاہد حسین سید: فلسطینیوں سے محبت اہلِ پاکستان کے ڈی این اے میں شامل ہے۔ 1940ء میں جب قرار دادِ لاہور منظور کی گئی تھی تو اُسی اجلاس کے دوران فلسطینیوں کے حق میں بھی ایک قرار داد منظور کی گئی تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے بطور گورنر جنرل جو پہلا خط لکھا تھا وہ امریکی صدر ٹرومین کے نام تھا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ فلسطینی علاقوں میں اسرائیل قائم نہ کیا جائے۔ پاکستان وہ واحد غیر عرب ملک تھا جس نے 1967ء اور 1973ء میں اسرائیل کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے لیے اپنے پائلٹ بھیجے۔ پھر یہ کہ دسمبر 2023ء میں حماس کے ترجمان ڈاکٹر خالد قدومی کو پاکستان کی سینیٹ میں باقاعدہ مدعو کیا گیا اور اُن کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ اس وقت دنیا بھر کے اہلِ علم و دانش اسرائیل کے خلاف رائے عامہ ہموار کر رہے ہیں۔ گیلپ کے ایک حالیہ سروے کے مطابق دو تہائی پاکستانی اسرائیل نواز کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ 1970ء کی دہائی میں شاہ فیصل شہید نے اس خواہش کا برملا اظہار کیا تھا کہ وہ صہیونیوں سے آزاد مسجدِ اقصیٰ میں

نماز ادا کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح آج مسلمان ممالک کو جرأت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے حماس کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ اور مغربی یورپ تیزی سے زوال کی طرف بڑھ رہے ہیں اور مستقبل میں طاقت کا محور و مرکز مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا بنتا دکھائی دے رہا ہے۔ اسرائیل، امریکہ اور بھارت کے گٹھ جوڑ سے جو منصوبے بنائے جا رہے تھے اُنہیں حماس کے 7 اکتوبر 2023ء کے اقدام نے خاک میں ملا دیا۔ لہٰذا مسلمان ممالک کو بھی اب متحد ہو کر بدلتی ہوئی دنیا میں اپنا مقام بنانا ہوگا۔

بلال الاسطل (معروف فلسطینی صحافی اور دانشور): میرے اپنے خاندان کے 350 افراد شہید کر دیے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ غزہ کے مسلمان مسجدِ اقصیٰ اور بیت المقدس کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ اسرائیلی بمباری سے ساڑھے دس ماہ کے دوران 40 ہزار سے زائد مرد، عورت، بچے اور بوڑھے شہید ہو چکے ہیں۔ ایک لاکھ کے قریب شدید زخمی ہیں اور پورے غزہ میں کوئی ہسپتال علاج کی ناگزیر سہولتیں فراہم کرنے کے قابل نہیں چھوڑا گیا۔ اسرائیلی بمباری سے 75 فیصد غزہ تباہ ہو چکا ہے۔ خوراک، پانی اور جان بچانے والی ادویات کی شدید قلت ہے۔ 10 ماہ سے بجلی کی فراہمی معطل ہے۔ مساجد، پناہ گزین کیمپوں اور سکولوں کو مسلسل بمباری کر کے تباہ کیا جا رہا ہے۔ ہم اس سوال سے اکتا گئے ہیں کہ 7 اکتوبر 2023ء کو طوفان الاقصیٰ آپریشن کیوں کیا گیا۔ اسرائیل پون صدی سے ہم پر مسلسل ظلم و جبر کر رہا ہے۔ مسجدِ اقصیٰ کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے اور ہمارا مطالبہ ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کی حفاظت کے لیے جاری حق و باطل کے اس معرکہ میں حماس کی بھرپور مدد کی جائے۔ اسرائیل نواز کمپنیوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔ ہمارے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔ غزہ کے مسلمانوں کو مالی امداد پہنچائی جائے۔ اہل غزہ کی کچھ اور مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم ان کے لیے آواز اُٹھائیں۔ قضیۂ فلسطین صرف فلسطینیوں کا ہی نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کا مسئلہ ہے۔

امیر العظیم (سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان): اس وقت اہل غزہ سخت آزمائش میں ہیں لیکن اُن کے عزم اور استقامت نے گریٹر اسرائیل کے مکروہ منصوبہ پر پانی پھیر دیا ہے۔ اہل غزہ کی قربانیوں سے انسانیت کا ضمیر جاگ اُٹھا ہے۔ مغربی ممالک میں تو بڑے پیمانے پر مظاہرے دیکھنے میں آئے ہیں لیکن افسوس کہ اسلام آباد میں اسرائیلی مظالم کے خلاف مظاہروں یا سیمینارز کے انعقاد پر پابندی ہے۔ دفتر خارجہ کا یہ حال ہے کہ اسماعیل ہنیہ کی شہادت پر تعزیتی پیغام بھی جاری نہ کیا اور جو پریس ریلیز دی اُس میں سے بھی بعد ازاں اسرائیل کا نام نکال دیا گیا کہ کہیں آقا ناراض نہ ہو جائیں۔ وہ وقت دور نہیں جب سقوطِ امریکہ اور سقوطِ اسرائیل ہوگا۔ ان شاء اللہ!

حافظ ابتسام الٰہی ظہیر (چیئرمین قرآن و سنت موومنٹ پاکستان): یہود صرف مسلمانوں کے ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کے دشمن ہیں۔ پاکستان وہ واحد ملک ہے جس کے پاسپورٹ پر درج ہے کہ اس کے حامل پاکستانی شہری کو اسرائیل جانے کی اجازت نہیں۔ اسرائیل کے مکروہ چہرہ کو بے نقاب کرنے اور متواتر حکومتوں پر دباؤ ڈالنے کہ اسرائیل کو کسی صورت میں تسلیم نہ کیا جائے اس میں علماء کرام اور دینی جماعتوں کا اہم اور قابل قدر کردار ہے۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان ممالک اپنے اپنے مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں اور امتِ مسلمہ قرآن کے پیغام کو چھوڑ بیٹھی ہے۔ مسلمان ممالک کی حکومتیں اور افواج متحد ہو کر فلسطینی مسلمانوں کی عملی مدد کریں۔

پروگرام کے اختتام پر امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے دعا کروائی۔

دعائے مغفرت إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ لالہ موسیٰ کے منفرد اسرہ کے رفیق محترم عقیل اکرم قریشی کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0333-8417828

☆ حلقہ بہاولنگر کی مقامی تنظیم ہارون آباد غربی کے مدرس و ناظم تربیت جناب حاجی نثار احمد شفیق کے برادرِ نسبتی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-7580111

☆ ملتان کینٹ تنظیم کے اسرہ قرطبہ مسجد کے ملتزم رفیق محمد عاطف کی پھوپھی وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے اسرہ قرطبہ مسجد کے نقیب پیر عبدالصمد کے بہنوئی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-8731016

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

بقیہ: ابلیس کی مجلس شوریٰ

زائرانِ کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں

اقبال کہتے ہیں کہ میرا دل کرتا ہے کہ میں حاجی صاحبان سے پوچھوں کہ آپ حج سے واپسی پر حاصل کے طور پر کیا لائے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک صرف مدینہ کی کھجوریں اور آبِ زم زم ہی اصل تحفہ ہے یا کوئی ایسا جذبہ صادقہ یا عزم بھی لے کر آئے ہیں کہ جس سے زندگیاں تبدیل ہو جائیں، معاشروں میں انقلاب آ جائے۔ یعنی مدینہ کی سرزمین سے جو عظیم انقلاب برپا ہوا تھا اس کے کچھ اثرات بھی لے کر آئے ہیں یا نہیں؟ اگر اس عظیم انقلاب نبوی ﷺ سے کوئی چنگاری آپ لے کر نہیں آئے کہ جس سے زندگی تبدیل ہو یا معاشرے پر کوئی مثبت اثرات مرتب ہوں اور آپ حج کرنے کے بعد بھی اسی ڈگر پر چلتے رہیں جس طرح پہلے باطل نظام کے سائے میں آپ معمولاتِ زندگی میں لگے ہوئے تھے تو پھر اس حج وعمرہ و طواف کی روح آپ کو حاصل نہیں ہوئی۔ اسی بات کا ذکر ابلیس کی مجلس میں اس کا مشیر بھی کر رہا ہے۔

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

یعنی حج کے اجتماع میں اگر امت کے مسائل زیر غور نہیں آئے کہ کس طرح باطل نظام کے شکنجے سے امت کو نکالا جائے تو پھر حج و عمرہ محض رسوم سے زیادہ کچھ نہیں رہی۔

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر
جو میں سر بسجدہ ہُوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

بظاہر نمازیں، حج، روزے، سب کچھ ہو رہا ہے لیکن باطن میں ان کے اثرات مرتب نہیں ہو رہے۔ اپنے اندر کا محاسبہ نہیں ہو رہا ہے۔ آخر میں ابلیس کا مشیر کہتا ہے۔

کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید
ہے جہاد اس دور میں مردِ مسلماں پر حرام

غلام احمد قادیانی نے بھی فتویٰ دیا تھا کہ انگریز کے خلاف جہاد کرنا یا فرنگی ملوکیت (باطل نظام) کے خلاف بغاوت کرنا، اس کے خلاف کھڑے ہونا جائز نہیں۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ میں پہلا مشیر اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ مسلمان ہمارے (ابلیسی) نظام کے خلاف کیا کھڑے ہوں گے اور کیا یہ قرآن کا نظام قائم کریں گے؟ ان کا حال تو یہ ہے کہ یہ اب ہمارے نظام کے خلاف کھڑے ہونا بھی گناہ سمجھ رہے ہیں۔ (جاری ہے)

پاکستان کا مستقبل (2)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اُمید و یاس کے مختلف ادوار

قیامِ پاکستان کے بعد 1949ء سے لے کر 1957ء تک تقریباً یقین کی کیفیت تھی کہ یہاں اسلام بس آیا ہی چاہتا ہے۔ قراردادِ مقاصد کی منظوری اللہ کی حاکمیت کا اعلان اور انسانی حاکمیت کی نفی مطلق تھی۔ یہ گویا ریاستی سطح پر سیکولرزم کے خلاف اعلانِ بغاوت تھا۔ پھر جب یہ کہا گیا کہ کس کا اسلام نافذ ہوگا' شیعہ کا یا سنی کا؟ تو تمام مکاتبِ فکر اور دینی جماعتوں کی چوٹی کی قیادت نے مل بیٹھ کر متفقہ طور پر 22 نکات منظور کیے کہ ان کی راہنمائی میں اسلامی دستور بنایا جائے۔ یہ بہت اچھا اور امید افزا آغاز تھا۔ اُس وقت میں بھی جماعت اسلامی کا ایک ادنیٰ کارکن تھا اور خاص طور پر اپنے جماعتی ماحول میں تو ہمیں یوں محسوس ہوتا کہ بس اسلامی انقلاب آیا کہ آیا! نعیم صدیقی مرحوم جو پنجاب میں مولانا مودودی مرحوم کے اوّلین ساتھی تھے انہوں نے اس دور میں بڑی ولولہ انگیز اور جذباتی نظمیں کہیں۔ ان کا یہ شعر ہم اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

بول شہرِ نظامِ اسلامی! کیا ترے سقف و بام کہتے ہیں؟
تیرے در پر کھڑے ترے والی آج تجھ کو سلام کہتے ہیں!

گویا ہم نظام اسلامی کے دروازے پر کھڑے دستک دے رہے تھے اور دروازہ کھلنے کے منتظر تھے۔

1956ء میں پاکستان کا اسلامی دستور بن چکا تھا اور اب انتخابات ہونے والے تھے' لیکن 1958ء میں اس گاڑی کو پٹڑی سے اتار دیا گیا۔ یاد رہے کہ دنیا میں ابلیس لعین کے سب سے بڑے ایجنٹ یہودی ہیں اور ان کا سب سے بڑا آلۂ کار امریکہ ہے۔ امریکہ نے پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان کو اپنے ہاں بلا کر اس کی پیٹھ ٹھپکی' اور اس نے واپس آکر دستور یہ کو بھی لپیٹ دیا' دستور بھی ختم کر دیا اور مارشل لاء نافذ کر دیا۔

اس کے بعد پاکستان میں جو تاریک رات آئی اُس میں مایوسیاں پروان چڑھتی گئیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ سارے خواب پریشان ہو رہے ہیں۔ ایوب خان کے دور میں ''عائلی قوانین'' کا نفاذ کیا گیا تو تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے کہا کہ یہ غیر اسلامی ہیں' مگر وہ غیر اسلامی قوانین ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' میں نافذ ہو گئے۔ مسلمانوں کے عائلی قوانین کو انگریز نے بھی نہیں چھیڑا تھا' اور بھارت کے مسلمانوں نے اب تک اپنے عائلی قوانین میں کسی مداخلت کی اجازت نہیں دی (بانیٔ محترم کے 2008ء کے اس خطاب کے وقت ابھی صورتحال یہی تھی کہ بھارت کے مسلمانوں کے عائلی قوانین کو چھیڑا نہیں گیا تھا۔ البتہ 2014ء میں مودی کی بی جے پی کی حکومت قائم ہوئی اور آج 2024ء میں بھارت مسلمانوں کے عائلی قوانین پر بھی انتہا پسند ہندوؤں کی شیطانی نظریں جمی ہوئی ہیں) لیکن یہاں ایک فوجی آمر نے غیر اسلامی عائلی قوانین نافذ کیے جو اب تک نافذ ہیں۔ اس دور میں نعیم صدیقی صاحب نے یہ شعر کہا تھا ؎

اے آندھیو سنبھل کے چلو اس دیار میں
اُمید کے چراغ جلائے ہوئے ہیں ہم!

اُس دور میں مولانا کوثر نیازی بھی جماعت اسلامی کے سرگرم کارکن تھے۔ بعد میں ان کا جو بھی معاملہ رہا میں اس کو زیر بحث نہیں لانا چاہتا۔ اُس وقت انہوں نے بڑا تلخ شعر کہا تھا کہ:

اسلام کو گر تیری فضا راس نہ آئے
اے میرے وطن تجھ کو کوئی آگ لگائے!

یعنی ہماری نگاہ میں پاکستان کی اصل قدر و قیمت اس اعتبار سے ہے کہ یہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ بنے۔ 1958ء سے لے کر 1985ء تک معاملات ایسے رہے کہ وہ مایوسی بڑھتی ہی چلی گئی اور یہاں اسلامی نظام کے قیام کی جو اُمید تھی وہ تقریباً دم توڑ گئی' اگرچہ اُس وقت تک پاکستان کے وجود کے بارے میں کوئی مایوسی نہیں ہوئی تھی کہ یہ ملک رہے گا یا نہیں!

1985ء میں مجھے تاریخ بنی اسرائیل کے حوالے سے ایک اُمید پیدا ہوئی اور میں نے اس کا برملا اظہار کیا۔ بنی اسرائیل جب آلِ فرعون کی غلامی سے آزاد ہوئے اور مصر سے نکلے تو انہیں جنگ کا حکم ہوا' جیسے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو اب قتال کا دور شروع ہوا۔ بنی اسرائیل کو جب جنگ کا حکم دیا گیا تو پوری قوم نے کورا جواب دے دیا۔ چھ لاکھ میں سے صرف دو آدمیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ قتال پر لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بزدلی اور کم ہمتی کی یہ سزا دی کہ ارضِ مقدس ان پر چالیس برس تک حرام کر دی۔ چنانچہ وہ چالیس برس تک صحرائے سینا میں بھٹکتے پھرتے رہے۔ اس دوران وہ پوری نسل جو مصر کی غلامی کا داغ اٹھائے ہوئے تھی' ختم ہو گئی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب ایک نئی نسل جوان ہو چکی تھی جو صحرا ہی میں پیدا ہوئی اور صحرا میں پروان چڑھی۔ اس نے صحرا کی سختیاں جھیلی تھیں' اور اقبال کہتا ہے ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی!

آج بھی سوات سے نفاذِ شریعت کی تحریک چلانے والے مردانِ کہستانی ہی ہیں نا! خود اسلام کا آغاز بھی عرب کے صحرا ہی سے ہوا تھا۔ بنی اسرائیل کی جو نئی نسل صحرا میں پیدا ہوئی اُس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ یوشع بن نونؑ جو نبی تھے' کی قیادت میں جنگ کی' جس کے نتیجے میں فلسطین میں ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ چنانچہ اس حوالے سے مجھے خیال ہوا کہ ہمیں بھی آزاد ہوئے چالیس برس ہونے کو ہیں اور ہم ابھی تک صحرائے تیہ میں بھٹک رہے ہیں' اسلام کی طرف ہماری کوئی پیش قدمی نہیں ہو رہی بلکہ مایوسی ہو رہی ہے' لیکن کیا عجب کہ اب نئی نسل اُبھر آ گئی ہے تو شاید حالات ہمارے بھی بدل جائیں جیسے کہ بنی اسرائیل کے بدل گئے تھے۔ لہٰذا اُس زمانے میں میں نے ''استحکامِ پاکستان'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی' جس میں یہ اُمید کی جھلک دکھائی تھی۔ جو حضرات بھی اس سے دلچسپی رکھتے ہوں کہ پاکستان کا صغریٰ کبریٰ کیا تھا' پاکستان کیسے بنا اور اس کے استحکام کے لیے سوائے اسلام کے اور

ہے۔ اگرچہ اس نئی نسل میں ایک بڑی تعداد مذہبی رجحان رکھنے والوں کی بھی ہے' لیکن ان کا تصور بھی مذہب کا ہے' دین کا انقلابی تصور موجود نہیں' دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کا کوئی جذبہ نہیں۔ چنانچہ اس دوران یاس واُمید کی کیفیت مسلسل چلتی رہی' جس میں مایوسی غالب رہی۔

میری مایوسی کی یہ کیفیت آج سے ساڑھے چار سال پہلے اس انتہا کو پہنچ گئی کہ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اب پاکستان کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ چنانچہ 29 فروری 2004ء کو میں نے قرآن آڈیٹوریم میں پاکستان کے مستقبل کے بارے میں جو خطاب کیا تھا اس کے اخباری اشتہار کا عنوان یہ دیا تھا: ''کیا پاکستان کے خاتمے کی اُلٹی گنتی شروع ہوگئی ہے؟'' یہ خطاب اب ''پاکستان کے مستقبل کو لاحق خطرات وخدشات'' کے عنوان سے کتابچے کی صورت میں شائع ہوتا ہے۔ اُس وقت واقعتاً میری کیفیت شکیل بدایونی کے اس مصرعے کا مصداق تھی کہ ع ''اُڑتے اُڑتے دُور اُفق پر آس کے پنچھی ڈوب گئے!'' اس انتہائی مایوسی کی بنیاد یہ تھی کہ پاکستان اپنے وجود کی نفی کر چکا ہے' یہ جس مقصد کے لیے قائم کیا گیا تھا اس مقصد کی طرف کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی۔ یہ ایک نظریاتی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا تھا' یہ کوئی نسلی' لسانی یا وطنی ریاست نہیں تھی۔ وطنیت کی تو نفی کر کے ہم نے یہ ملک بنایا تھا' لیکن اس ملک میں نظریۂ پاکستان یعنی دین اسلام کہیں نہیں۔ اسلام ہے تو مذہب کی صورت میں ہے' لیکن مذہب اسلام تو ہندوستان میں بھی ہے۔ پھر کاہے کو لاکھوں جانیں دے کر یہ تقسیم کروائی گئی؟ مسجدیں تو وہاں بھی ہیں۔ مسجدیں تو امریکہ میں بھی ہیں اور ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن وہ اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی اور اس کے اصولِ حریت واخوت ومساوات کہاں ہیں؟

اس مایوسی میں 9 مارچ 2007ء کے بعد کے حالات وواقعات سے کچھ تھوڑی سی کمی آئی جب جسٹس افتخار محمد چودھری نے آمریت کے خلاف ایسی ہمت دکھائی کہ ہماری پوری عدلیہ کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پھر اس کے بعد جو وکلاء کی تحریک چلی' اس کا کوئی سیاسی پس منظر نہیں ہے' کوئی سیاسی عزائم نہیں ہیں۔ پھر یہ پڑھے لکھے سنجیدہ لوگ ہیں جو مڈل کلاس سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ جس طرح ڈٹے ہوئے ہیں اور جتنی سختیاں انہوں نے جھیلی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جاندار تحریک ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ شاید ہم سے کوتاہی ہوئی ہے کہ ہم نے ملک کے اس پڑھے لکھے طبقے تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا۔

اس کے بعد جب فروری 2008ء میں انتخابات کے انعقاد کا اعلان ہوا تو بڑا شدید خطرہ تھا کہ ان میں دھاندلی ہوگی اور تحریک چلے گی' جیسے 1977ء میں بھٹو کے خلاف تحریک چلی تھی۔ اس کے بعد شدید اندیشہ تھا کہ اگر یہاں بدامنی پیدا ہوگئی تو ایک طرف سے نیٹو فورسز اور دوسری طرف سے بھارتی افواج پاکستان میں داخل ہو جائیں گی۔ اخبارات میں اطلاع آئی تھی کہ بھارتی افواج کو الرٹ کر دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے انہیں کسی پڑوسی ملک میں امن کے قیام کے لیے داخل ہونا پڑے۔ لیکن پاکستان میں انتخابات کے پرامن انعقاد سے یہ خطرہ ٹل گیا۔ ان دو باتوں سے کچھ امید بندھی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں مزید مہلت دے دے اور اس کے ذریعے سے یہاں پر خیر کی طرف کوئی پیش قدمی ہو جائے اور ہمیں اپنا بھولا ہوا سبق یاد آ جائے کہ ع ''کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو!'' (جاری ہے)

❁❁❁

دعائے صحت کی اپیل

☆ ملتان کینٹ کے رفیق محمد عاطف کے ماموں شدید علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''مسجد جامع القرآن گلشن سحر قاسم آباد'' (حلقہ حیدرآباد) ''میں

07 تا 13 ستمبر 2024ء (بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

13 تا 15 ستمبر 2024ء (بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔ ☆ اسلام کا انقلابی منشور (سماجی سطح پر)

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-2168072, 0333-2608043, (022)-2106187

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

عوامی تائید و مقبولیت کا راز

ایوب بیگ مرزا

راقم نے گزشتہ ماہ اپنی ایک تحریر میں زرداری، شریف دونوں خاندانوں کا بجلی کے بل بڑھنے پر اظہارِ تشویش کا ذکر اس تمثیل کے ساتھ کیا تھا جیسے قاتل مقتول کے جنازے پر دھاڑیں مار کر رو رہا ہو اور اپنا سینہ پیٹ رہا ہو۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ حالات کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے قاتل نے ایک ماہرانہ چال چلنے کا فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ مقتول کے کپڑے بھی اتارلو اور اُن ہی کپڑوں سے کفن بنا کر ملک بھر میں خوب ڈھنڈورا پیٹو کہ ہم نے بے چارے مقتول کو کفن پہنایا ہے۔ اور اپنے سہولت کاروں کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ ہماری رحم دلی اور جان سوزی کا خوب چرچا کرو۔ لیکن عوام کے تیور بتا رہے ہیں کہ نتیجہ صفر نہیں منفی میں جاتا نظر آتا ہے۔ ایک محاورہ ہے جسے اردو میں بولا جائے تو یوں ہے کہ ''ہماری جوتیاں ہمارا سر'' لیکن چونکہ بنیادی طور پر یہ محاورہ پنجابی میں ہے ''ساڈیاں جُتیاں ساڈے سر'' لہٰذا پنجابی میں لطف دو چند ہو جائے گا۔

قارئین اصل بات سمجھ گئے ہوں گے، ہم ذکر کر رہے ہیں پنجاب حکومت کا اگست، ستمبر میں بجلی کے بلوں میں 500 یونٹ تک استعمال کرنے والوں کے لیے سبسڈی دینے کا جو پنجاب کے ترقیاتی فنڈز سے 45 ارب روپے نکال کر واپڈا کے خزانے میں جائیں گے۔ ان 45 ارب روپے میں مزید اضافہ کر لیجیے اُن کروڑوں روپوں کا جو میڈیا کی محبت میں اخبارات کے نصف صفحہ اول پر سرکاری اشتہارات کے لیے دیئے جا رہے ہیں۔ یہ رقم واپس حاصل کرنے کے لیے عوام کا کہاں کہاں سے اور کیسے خون نچوڑا جائے گا اس پر کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب سے فارم 47 کی حکومت آئی ہے ان پانچ ماہ میں تمام سرکاری اخباری اشتہار کوئی نہ کوئی بہانہ تراش کر اپنی تصویر کے ساتھ شائع کروائے گئے۔ ذاتی تشہیر کا یہ شوق پورا نہ کیا جاتا تو ترقیاتی فنڈز سے رقم نکالے بغیر بھی کام چل جاتا تھا۔ لیکن جب حصولِ دولت اور شہرت ہی اقتدار کا اصل مقصد ٹھہرے تو یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔ شریف فیملی کو کون سمجھائے کہ یہ پرانے حربے ہیں جو اب Counter productive ثابت ہو رہے ہیں۔ عوام اب ان شعبدہ بازیوں سے Irritate ہوتے ہیں ان شعبدہ بازیوں کا جواب عوام نے اگرچہ 8 فروری کو بھرپور طریقہ سے دیا تھا لیکن اگر تازہ ترین صورتِ حال کا جائزہ لینا ہے تو مری میں جہاں شاہی خاندان مقیم تھا وہاں لگے ہوئے ایک فلیکس سے عوام نے جو سلوک کیا تو اصل صورت سامنے آ جائے گی۔ اگرچہ ہم ایسی جوتا بازی کے سخت مخالف ہیں لیکن جب ان دو خاندانوں نے اظہارِ رائے پر سخت ترین پہرے لگا دیے ہیں تو عوام اپنی بھڑاس کیسے نکالے۔ بہرحال عوامی سطح پر یہ ایک بداخلاقی کا مظاہرہ ہے جس کی کسی صورت تحسین نہیں کی جا سکتی، البتہ شاہی خاندان کو بھی چاہیے کہ کم از کم ایک مرتبہ آئینِ پاکستان کا مطالعہ کر ہی لے جو باشندگانِ پاکستان کو اجتماعات منعقد کرنے اور اپنی رائے کا اظہار کا حق دیتا ہے۔ یہ ناروا پابندیوں کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ آئین پر بھی دو سال سے قاتلانہ حملے ہو رہے ہیں اور وہ شدید مجروح ہو چکا ہے۔

تعجب اور افسوس کا مقام ہے جو 1973ء کے آئین کا خالق تھا، اُس کا نواسہ بھی اُس حکومت کا کلیدی حصہ دار تھا، جس نے آئین پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ یہ سب کچھ جملہ معترضہ کے طور پر آ گیا ہے۔ بات ہو رہی تھی بجلی کے بلوں میں اضافہ کی، حیرت کی بات ہے 2 سال پہلے یعنی اپریل 2022ء میں بجلی کا ریٹ 16 روپے فی یونٹ تھا آج اُس کا ریٹ .... کیا ہے؟ ہم نے وہ جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ قارئین وہ جگہ خود پُر کر لیں کیونکہ نشانے پر وہ ہیں لہٰذا ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

ایک اور ماہرانہ کارروائی پر غور فرمائیں کہ سبسڈی دیتے ہوئے اسلام آباد کو پنجاب کا حصہ تصور کر لیا گیا ہے یعنی اسلام آباد کے شہری بھی مستفید ہوں گے۔ حالانکہ اسلام آباد ہر اعتبار سے الگ ہے۔ وہ وفاق کا حصہ ہے، لیکن شعبدہ باز بھی بڑے ذہین اور فہیم ہیں۔ اُنہیں معلوم ہے کہ اسلام آباد میں بلدیاتی اداروں کے انتخابات کا الیکشن کمیشن اعلان کر چکا ہے۔ لیجیے آج راقم بھی ایک دعویٰ جھاڑ دیتا ہے (اللہ بڑا بول بولنے سے بچائے) اس وقت کی جو صورتِ حال ہے اگر یہ شاہی خاندان یہ اعلان کر دے کہ اسلام آباد کو تاقیامت فری بجلی دی جائے گی کسی چھوٹے بڑے کو بجلی کا بل نہیں آئے گا تب بھی جب تک 8 فروری والا جھرلو نہیں پھرے گا یہ شاہی خاندان بُری طرح ہارے گا۔ بدقسمتی سے یہ دونوں خاندان انتخابات میں بُری طرح ہارنے اور عوام کی شدید نفرت کی صحیح وجہ ہی نہیں سمجھ سکے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی ہار میں مہنگائی اور گرانی کا بھی دخل تھا لیکن اُس کا کلیدی رول ہرگز نہیں تھا۔ اور 8 فروری کے بعد یہ دونوں خاندان جس قسم کی حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں عوام کی ان سے نفرت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ مثلاً تمام ذرائع ابلاغ پر جابرانہ اور ظالمانہ قبضہ کر کے حکومت مخالف عناصر کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے۔ اپنے سیاسی مخالفین کو جلسہ کرنے یا ریلی نکالنے کی اجازت دینا تو دور کی بات ہے، اُن کے پرائیوٹ جگہوں پر اور گھروں میں اجتماعات ہوں تو بھی ورکرز کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ ایک جماعت سے ہونے والے ظلم کی داستان ہم پہلے بھی سنا چکے ہیں، اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں کہ پاکستانیوں کے ضمیر میں آپ DNA میں کہہ سکتے ہیں، یہ بات ہے کہ ظالم کے خلاف اور مظلوم کے حق میں ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ عوام جانتے ہیں کہ ایک خاندان کا سربراہ اینٹ سے اینٹ بجانے کا کہہ کر راتوں رات فرار ہو جاتا ہے تو دوسرا خاندان تو اب پاکستان آتا ہی تب ہے جب حالات موافق ہوں ورنہ مہا کرپشن سے بنائی ہوئی بیرون ملک جائیدادیں اور بنک بیلنس سے وہ یورپ میں آرام دہ زندگی گزارتے رہتے ہیں۔ یہ کرپشن کا الزام راقم نہیں لگا رہا حقیقت یہ ہے کہ پانامہ لیکس ہوں یا دبئی میں پُراسرار جائیدادوں کی بات شریف خاندان لازماً اس کا حصہ ہوگا۔ B.B.C ان غیر قانونی جائیدادوں پر ایک ڈاکومنٹری بنا چکا ہے۔ بار بار کہا گیا کہ وہ B.B.C کے خلاف عدالت میں جائیں گے لیکن نہیں گئے کیونکہ جانتے ہیں کہ اُس نے حقیقت بیان کی ہے۔ کینیڈا کی سرفہرست یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے جو پاکستانی نہیں ہے "Nawaz Sharif a symbol of Corruption" پر تھیسس لکھا ہے۔ جب پانامہ لیکس میں بات بڑھی تو 2017ء میں پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم کہتے ہیں یہ ہیں میرے بیرونی اثاثہ جات کے ثبوت لیکن جب عدالت یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وزیراعظم نے ذمہ داری سے کہا تھا کہ یہ ہیں میرے اثاثہ جات کے ثبوت تو وہ ثبوت ہمیں بھی دکھائیں تو یقین کریں وگرنہ عدالتی ریکارڈ نکلوا کر دیکھ لیں کہ محترم وزیراعظم کے وکیل کہتے ہیں ''وہ تو ایک سیاسی بیان تھا'' تو حضرت عوام

کی نفرت کی اصل وجہ یہ ہے کہ 1985ء سے لے کر 2024ء تک عوام تو فاقوں پر اتر آئی اور یہ خاندان گل پاکستان سے زیادہ دولت کے مالک بن گئے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ کئی خاندان غربت سے نکل کر امیر خاندانوں میں شامل ہو گئے ہیں لیکن کیا وہ خاندان 30 سال حکمران رہے، کیا اُنہیں حکومتی پروجیکٹ جن کی طویل فہرست ہے، اُنہیں عام آدمی کی حیثیت سے ملے تھے۔ اصل جرم ہوتا ہے کسی حکمران کا یوں مالیاتی ترقی کرنا جس کی وہ قانونی وجوہات پیش نہ کر سکے لہٰذا عوام کی نفرت کی اصل وجہ یہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ پاکستان میں اسٹیبلشمنٹ کی مدد کے بغیر عمران خان سمیت کوئی بھی سیاست دان وزیر اعظم نہ بن سکا اور یہ بھی درست ہے کہ نواز شریف ہو یا عمران خان اسٹیبلشمنٹ ہی وزارت عظمیٰ سے فارغ کرتی ہے لیکن فرق یہ ہے اور یہ بہت بڑا فرق ہے کہ نواز شریف کو جب اسٹیبلشمنٹ نکالتی ہے تو وہ کبھی مشرف سے NRO کر کے جدہ چلے جاتے ہیں اور کبھی بیماری کا جھوٹا عذر تراش کر کے اسٹیبلشمنٹ ہی کی مدد سے لندن فرار ہو جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر فوج کو برا بھلا کہتے ہیں۔ جبکہ عمران کو جب نکالا جاتا ہے تو وہ ہر قسم کی طاقت کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے اُس کے ہر دوست اور تعلق والے کو اُس کے پاس یہ کہہ کر بھیجا جاتا ہے کہ وہ باہر چلا جائے وگرنہ اُس کا حشر بھی بھٹو جیسا ہوگا۔ تو اُس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے موت تو ایک دن آنی ہے اس سے فرار کیسا۔ اُسے ڈیل کا کہا جائے تو وہ صاف انکار کر دیتا ہے اور پاکستانی قوم کا معاملہ یہ ہے کہ وہ لیڈر کی بہادری پر نچھاور ہو جاتی ہے۔ ان دو خاندانوں کو حالات سمجھنا چاہیے سب انسان ڈر جانے والے اور بک جانے والے نہیں ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس کا سرمایہ جہاں ہو وہیں اُس کا دل ہوتا ہے، یہ دو خاندان کبھی یورپ اور امریکہ کو ناراض نہیں کر سکتے کہ ان کی بے شمار دولت وہاں ہے جس کے ضبط ہونے کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے اور اُن کا سیاسی حریف ڈٹا ہوا اس لیے ہے کہ بیرونِ ملک اس کا کچھ نہیں ہے۔ آخری بات یہ کہ اگر اس سیاسی حریف کے خلاف کوئی ڈھنگ کا کیس اندرون ملک بن سکتا ہوتا تو عدت والا کیس جس نے اندرون اور بیرون ملک ہمارے حکمرانوں کو بڑی بدنامی دی ہے وہ تو دائر نہ کرنا پڑتا لے دے کر القادر ٹرسٹ کا کیس ہے جس کے بارے میں سب تسلیم کرتے ہیں کہ رقم سپریم کورٹ اور پھر سٹیٹ بنک میں جمع ہو چکی ہے تو پھر کرپشن کیسی، تب سر کھجاتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اس کے بدلے رسوائے زمانہ شخص کو فائدہ پہنچایا گیا وہ کیا فائدہ تھا سامنے لایا جائے وگرنہ محض ڈینگیں مارنے سے عدالت کیا عام آدمی بھی نہیں مانے گا۔ آخری اور حتمی بات یہ ہے کہ بجلی کا ریلیف عارضی دیں یا مستقل عوامی مقبولیت حاصل نہیں ہوگی اُس کے لئے ہمت حوصلے اور صبر سے جبر کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے عمران خان بھی آج بیرون ملک فرار ہو جائے یا ایسی ڈیل قبول کرلے جو ڈر اور خوف کی بنیاد پر ہو تو وہ بھی صفر بلکہ مائنس ہو جائے گا۔ زمانہ کسی کا نہیں ہوتا جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ ہم نے آپ کو عوامی مقبولیت کا نسخہ بنا دیا ہے باقی آپ جانیں اور عوام جانیں۔ ❀❀❀

دین و دانش

موسیقی: روح کی غذا یا جہنم کا ایندھن؟

ابو محمد خزیمہ اسد

خوف الٰہی اور حقیقت سے نابلد و ناآشنا معاشرہ بڑی ڈھٹائی سے کہتا ہے کہ "موسیقی روح کی غذا ہے" مگر بغور سوچا اور سمجھا جائے تو ہم اس نقطہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ کیسی غذا ہے کہ جسے نبی برحق ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ جس سے شہوت غالب اور روحانیت مغلوب ہو جایا کرتی ہے۔ مزید یہ کہ ذکر الٰہی، تلاوت قرآن مجید، عبادت و اطاعت کی لذت ختم ہو جایا کرتی ہے، اذہان وقلوب میں کدورتیں، نفاق اور کساوت جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں جو انسان کو دینی اور دنیاوی ذمہ داریوں سے غافل کر دیتی ہیں۔ اولاد کو بے حیا اور بے حس بنا کر رکھ دیتی ہیں، یہ تو ایک ایسا نشہ ہے جو آج ہمیں غیر محسوس انداز سے بے حسی اور لادینی کی جانب لے جا رہا ہے، تو ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اب بھی موسیقی کو روح کی غذا مان لیں؟

موسیقی تو شیطان اور ان کے چیلے چانٹوں کی من پسند غذا ہے، یہ قیصر و کسریٰ اور یہود و ہنود کی دل پسند غذا ہے جبکہ اس کے برعکس بندۂ مومن کی روح کی غذا نماز، روزہ، سمیت دیگر ارکین عبادت کی ادائیگی ہے جو بھی یہ سمجھتا ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے دراصل اس کی روح زنگ آلود اور حس لطیف فاسد ہو چکی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قوم کا مزاج اور معیار دونوں بدل گئے ہیں وہ قوم جس کی ماضی میں یہ حالت تھی کہ قرآن پڑھنے اور سننے سے سکون محسوس کرتی تھی اب یہی قوم موسیقی کو راحت افزا سمجھ بیٹھی ہے۔ کبھی اس کی روحانی غذا ذکر الٰہی تھا اب وہ ناچ گانے سے روح کو مسخ کرنے کو ترجیح دیتی نظر آرہی ہے۔ کبھی اس قوم کی بیٹیوں اور بہنوں کی اجنبیوں کے سامنے گفتگو اور آمدورفت معاشرتی طور پر ناقابل برداشت امر تھا، اور آج قوم کی بیٹیاں اور بہنیں سر عام ننگے سروں پھرتی، گاتی اور تھرکتی ناچتی نظر آرہی ہیں اور معاشرہ اس حد تک اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو چکا ہے کہ اس بدعملی پر شرمندگی اور ندامت کی بجائے فخر وغرور سے اپنا سینہ چوڑا کئے پھرتا ہے حیف صد حیف۔ پہلے جن کو بھانڈ اور میراثی کہہ کر پکارا جاتا تھا آج وہ آرٹسٹ، فنکار، گلوکار اور نجانے کن کن ناموں سے معروف و مشہور ہیں۔ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اسلام کا مزاج بھی بدل کر رکھ دیں لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے کیونکہ اسلام مکمل ضابطے کی صورت میں ہمارے لئے منتخب دستور زندگانی بنا دیا گیا ہے جس میں کسی قسم کی تخریج وتحریف اور کمی بیشی کی گنجائش قطعاً نہیں ہے۔ مذکورہ بالا سطور کے حوالے سے راقم الحروف عرض پرداز ہے کہ اسلام کو اپنے مطابق بدلنے کی بجائے ہمیں اپنے آپ کو اسلامی احکامات کے سانچے میں ڈھالنے کی حتی الوسع کوشش جاری رکھنی چاہیے اور حرام قرار دیئے گئے امور سے ہر ممکن بچاؤ کی صورت اپنانی چاہیے۔

ناچ گانے کا سب سے بڑا نقصان اللہ رب العزت اور نبی مکرم ﷺ کی ناراضی ہے اور اچھا مسلمان ہونے کے ناطے اس گناہ کبیرہ سے دوری اختیار کرنی چاہئے۔ اگر ہم اپنے والدین کو ناراض نہیں کر سکتے، دوست احباب اور رشتہ داروں سے ناراضی مول نہیں لے سکتے، اپنے بیوی بچوں کی ناراضی کا بار ہمارے نازک کندھے اٹھانے سے قاصر ہیں تو جان لینا چاہئے کہ ہم مالک ارض وسماء اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر اپنی عاقبت کیوں کر خراب کر سکتے ہیں؟ موسیقی میں انہماک کے باعث انسان مادی اور عارضی لذتوں میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اسے بسا اوقات اپنی دینی اور دنیاوی فرائض کا احساس تک نہیں رہتا اس پر ہمہ وقت موسیقی کا نشہ سوار رہتا ہے اور وہ تمام خانگی ومعاشرتی معاملات سے غافل ہو جاتا ہے مشاہدے میں آیا ہے جن لوگوں میں

میوزک کا نشہ سرایت کر جاتا ہے وہ شب و روز کی تمیز کیے بغیر اس کی دھن میں مگن رہتے ہیں۔

آلات موسیقی کو عربی زبان میں 'ملاہی' کہا جاتا ہے جس کا لفظی معنی ہے غفلت میں ڈالنے والی چیز۔ تو واضح ہوا کہ اس طرح کے مشاغل میں الجھ کر دینی حقوق و فرائض کی ادائیگی میں غفلت ہو جاتی ہے اور آگے چل کر یہی تساہل دنیاوی امور اور بعض اوقات سلطنتوں کی چولیں ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اس کی واضح مثال متحدہ ہندوستان میں مغلوں کی حکومت ہے اس حکومت کا زوال اسی وقت شروع ہوا جب وہاں محمد شاہ رنگیلا جیسا رنگین مزاج اور رقص و سرود کا دلدادہ شخص بادشاہ بنا۔ جو دن رات کی تمیز کیے بغیر عیش وعشرت کی محفلوں میں مگن رہتا، اس ظالم نے تو سارے ہندوستان سے نامی گرامی بھانڈ، میراثی، اپنے درباری بنا ڈالے تھے، وہ ہر وقت ڈومنیوں اور بازاری عورتوں کے جھرمٹ میں گھرا رہتا تھا، ان حالات میں انگریزوں کو پنپنے اور اپنے قدم مضبوط کرنے کا موقع مل گیا چنانچہ مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دور حکومت کا زوال شروع ہو گیا۔

ناچ گانے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے نیکی اور بدی کی تمیز اٹھ جاتی ہے، گناہوں کی جانب میلان بڑھ جاتا ہے، پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ منافقوں جیسی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دل کی سیاہی اور زنگ کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کے ڈر سے کبھی رونا نہیں آتا اور ہدایت کی کوئی بھی بات دل پر اثر انداز نہیں ہوتی، لچر پن پر مبنی فحش اشعار اور مغربی الحاد سے متاثرہ منظر کشی کی بدولت بے غیرتی اور دیوثیت جیسی اخلاقی بیماریاں معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ ہمارے ہاں کامیاب اور مقبول گانے ان بے ہودہ اشعار کو سمجھا جاتا ہے جس میں شہوانی جذبات کو بدرجہ اتم بھڑکایا گیا ہو، محبوب کے لب و رخسار کی جی بھر کر تعریف کی گئی ہو اور عاشق و معشوق کا تذکرہ والہانہ انداز میں کیا گیا ہو، جو شخص اس قسم کے گانے سنتا ہو اس کے ساتھ ہی ساتھ گانے والیوں کو رقص کرتا بھی دیکھتا ہو تو وہ بے حس نہیں بنے گا تو کیا بنے گا؟

رقص و سرور سے زنا کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ فحش گانوں کے سننے سے شہوانی جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں، گانے بجانے کی کثرت کے سبب نئی نسل تباہ ہو رہی ہے وہ معصوم بچے جس کے کانوں میں قرآن مجید کی تلاوت کی آواز پڑنی چاہیے تھی ہوش سنبھالتے ہی جب اس کو بے ہودہ گانے سننے کو ملتے ہیں اس کی اخلاقی تربیت کا کیا حال ہوگا؟ اسلام جو دین فطرت ہے اولاد کی تربیت اسلامی افکار کی روشنی میں کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کی اوّلین ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اولاد کی اچھی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ لہٰذا اولاد کی تربیت اسلامی اقدار کے حوالے سے کرنا گزیر ہے۔

کاش کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

امیر تنظیم اسلامی کا جھنگ میں عوامی خطاب

انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیر اہتمام 14 اگست 2024ء کو رائل مارکی جھنگ میں ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' کے عنوان سے ایک عوامی خطاب کا اہتمام کیا گیا۔ اس پروگرام کی تشہیر کے لیے ہینڈ بل چھاپ کر تقسیم کیے گئے، شہر کے اہم لوگوں کو دعوت نامے دیے گئے، رکشوں پر فلیکس لگائے گئے، پول ہینگرز کا بھی اہتمام کیا گیا، سوشل میڈیا پر بھی خصوصی مہم چلائی گئی۔ 14 اگست کو امیر محترم مغرب سے کچھ پہلے قرآن اکیڈمی جھنگ تشریف لائے۔ قرآن اکیڈمی کی مسجد میں نماز مغرب ادا کر کے رائل مارکی روانہ ہوئے۔ شام 7:40 پر تقریب کا آغاز ہوا۔ جناب قاری حسن نواز نے کی سورۃ حشر کے آخری رکوع کی تلاوت اور ترجمہ کی سعادت حاصل کی۔ نعت رسول مقبول ﷺ جناب عبداللہ احمد نے پیش کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ناظم تربیت حلقہ فیصل آباد جناب انجینئر ڈاکٹر فیضان حسن نے سرانجام دیے۔ انجمن خدام القرآن جھنگ کے تعارف اور سرگرمیوں سے متعلق ناظم اعلیٰ انجمن جھنگ جناب ملک عبدالمجید کھوکھر نے مختصر گفتگو کی۔ اس کے بعد امیر محترم کا خطاب بعنوان ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' ہوا۔ خطاب سے پہلے ہی مارکی کی تمام کرسیاں پُر ہو چکی تھیں۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں پہلے 'لا الٰہ الا اللہ' کی حقیقت کو واضح کیا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ہمارا چوبیس گھنٹے کا معبود ہے۔ انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنی ہے اور یہ ملک پاکستان بھی اسی نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن ہم نے اس پہلو سے کوئی پیش قدمی نہیں کی بلکہ اس معاملے میں پیچھے ہی ہٹے ہیں۔ پاکستان کلمہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا اس کے بقا و استحکام کی اس کلمہ کے سوا کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جس کلمہ کی بنیاد پر یہ ملک قائم ہوا اگر ملک اس بنیاد سے ہٹتا ہے تو اس کا بقا و استحکام ممکن نہیں رہے گا۔ 77 سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ آخر میں انہوں نے زور دیا کہ 'لا الٰہ الا اللہ' کا تقاضا بنتا ہے کہ اس ملک میں شریعت اسلامی کو نافذ کرنے کے لیے ایک اجتماعیت کے ساتھ مل کر کوشش کی جائے۔ نماز عشاء سے قبل پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 550 افراد نے شرکت کی۔

(مرتب: حافظ عطاء الرحمٰن، نائب مدیر، ماہنامہ حکمت بالغہ، جھنگ)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''قرآن اکیڈمی یاسین آباد، کراچی (کراچی شمالی) میں

13 تا 15 ستمبر 2024ء

(بروز جمعہ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

نقباء کورس

(نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0335-0379314 / 021-36823201-02

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)35473375-78

عقیدہ ختم نبوت، آئین پاکستان اور سپریم کورٹ کا قادیانی مبارک ثانی نظر ثانی کیس کا فیصلہ

نعیم اختر عدنان

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی سربراہی میں تین رکنی بینچ نے قادیانی مبارک ثانی ضمانت کیس کا فیصلہ 6 فروری 2024 کو جاری کیا، جس میں مبارک ثانی کی ضمانت کے لیے درخواست پر اُس کے خلاف کیس ہی خارج کر دیا گیا اور اُس کی ضمانت منظور کر کے رہائی کا حکم نامہ جاری کیا، جس کے خلاف علمائے کرام اور دینی جماعتوں اور مذہبی حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ اس فیصلے کی مذمت اور مخالفت سامنے آنے لگی، جس کے جواب میں سپریم کورٹ کے ترجمان نے وضاحتی بیان جاری کیا کہ اس فیصلے میں اگر کچھ غلط ہوا ہے تو دینی ادارے اور علماء عدالت میں نظر ثانی کی اپیل دائر کریں اور اپنے دلائل تحریری صورت میں اور سماعت کے دوران بھی مذکورہ عدالت کے سامنے رکھیں تا کہ فیصلہ میں اگر غلطی ہے تو اس کا ازالہ ہو سکے۔ بہر حال مبارک ثانی نظر ثانی کیس کی سماعت ہوئی، نظر ثانی درخواست میں دلائل پیش کئے گئے اور دینی اداروں، اسلامی نظریاتی کونسل کی آرا کی سماعت ہوئی اور متذکرہ بینچ نے 24 جولائی کو فیصلہ سنایا جس میں اپنے سابقہ فیصلے ہی کو برقرار رکھا اور علماء اور دینی جماعتوں اور اداروں کے موقف کو تسلیم نہ کرتے ہوئے نظر ثانی کی اپیل کو مسترد کر دیا، نظر ثانی کیس کے فیصلے کے خلاف احتجاج علماء اور دینی اداروں کی جانب سے سامنے آیا۔ اس فیصلے کے خلاف پورے ملک میں احتجاج اور مذمت کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ اس مرتبہ احتجاج اور مخالفت و مذمت کی صدائیں قومی اسمبلی سے بھی بلند ہوئیں۔ مختلف جماعتوں سے وابستہ اراکین اسمبلی اور ایوان کے سپیکر نے بھی سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے پر اپنے خیالات کا اظہار کیا! تاہم پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے رکن قومی اسمبلی جناب عبدالقادر پٹیل نے جس دبنگ انداز سے مدلل انداز میں اظہار خیال بلکہ خطاب کیا، وہ اس لائق ہے کہ اسے من و عن ہر خواص و عام تک پہنچنا چاہیے۔ چنانچہ اسی نیت اور ارادے کے ساتھ موصوف کا خطاب ان کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کیا جا رہا ہے تا کہ حق بحق دار رسید کا تقاضا پورا ہو سکے۔

''جناب سپیکر! سپریم کورٹ کے قادیانیوں سے متعلق حالیہ فیصلہ پر ہمیں بھی اتنا ہی جوش، اتنا ہی غم اور اتنا ہی غصہ ہے جس قدر اس فیصلے کے خلاف کسی عالم دین، کسی نمازی پرہیزگار مسلمان کو آیا ہے۔ جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو انفرادی طور پر یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کو سزا دینے کا اعلان کرے یا کسی کے قتل کا فتویٰ دے، یہ رویہ درست نہیں تو جناب کسی ادارے کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ماورائے آئین ایسے غلط اور متنازع فیصلے صادر کرے کہ لوگ پھر فتوے دینے لگیں۔ جناب سپیکر یہ آپ بھی جانتے ہیں، میں بھی جانتا ہوں یہ ایوان بھی جانتا ہے کہ کچھ ایسی باتیں اور معاملات ہوتے ہیں جن پر ہم اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پاتے۔ انہی معاملات میں سے زیر بحث معاملہ کا بھی تعلق ہے بلکہ یہ معاملہ ان تمام معاملات میں سرفہرست آتا ہے۔ اس وقت جو فیصلہ زیر بحث ہے اگر اس کے تناظر میں دیکھیں اور اس پر گفتگو کریں تو جس طرح مجھ سے قبل ایک فاضل رکن نے اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کیا، دیگر ممبران کے بھی یہی احساسات و جذبات ہوں گے اور ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ درحقیقت یہ فتنہ، وہ بھی انسانی حقوق کے نام پر مغربی ممالک کی جانب سے پھیلایا جا رہا ہے۔ یہ مرتد لوگ (مراد قادیانی اور احمدی جماعت کے لوگ) باہر کے ملکوں میں جا کر یہ جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ان پر پاکستان میں مذہب کے حوالے سے بہت ظلم اور ناانصافی ہو رہی ہے۔ اس جھوٹے اور من گھڑت پراپیگنڈے پر مبنی سینکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں ویڈیوز موجود ہیں جو کہ ہم سب کے علم میں ہیں۔ جناب سپیکر! چونکہ مغربی دنیا دین اسلام سے لاعلم ہے، بے خبر ہے تو وہ اپنی لاعلمی اور بے خبری و جہالت کی وجہ سے ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم قادیانیوں اور احمدیوں کو کیوں مسلمان تسلیم نہیں کرتے۔ اس معزز ایوان میں میں نے ہائی کورٹ کے ایک فیصلے کے حوالے سے توجہ دلائی تھی، کہ جس میں قادیانیوں کو بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ قرار دیا گیا تھا، جو کہ ایک غلط بات ہے۔ جناب سپیکر! اب میں آتا ہوں اصل زیر بحث معاملہ کی جانب۔ بات یہ ہے کہ ہم اس ہاؤس کے ذریعے مغربی دنیا اور اس کے کارندوں کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں۔ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں کو یہ بتانا چاہتے ہیں۔ ان کے جھوٹے قصیدہ خوانوں کو، انسانیت کے جھوٹے نعرے بلند کرنے والے افراد اور اداروں کو۔ لاؤڈ اینڈ کلیئر الفاظ میں یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ جرم کا ارتکاب ہم مسلمان نہیں کر رہے بلکہ حملہ تو ہم مسلمانوں پر ہو رہا ہے۔ ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ قادیانیوں، احمدیوں کو مسلمان کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ تو ہمارا موقف بڑا واضح ہے وہ یہ کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نبی مانتے ہیں اور تورات کو آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ اس لیے وہ یہودی کہلاتے ہیں اور ٹھیک ہی کہلاتے ہیں۔ لیکن اگر یہودی موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے کسی نبی کو مان لیں اور ان پر ایمان لے آئیں تو کیا اب بھی وہ یہودی ہی رہیں گے۔ اس کا جواب نفی میں ہے (Answer is no)۔ اسی طرح اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیغمبر مانتے ہیں اور انجیل کو مقدس آسمانی کتاب تسلیم کرتے ہیں تو اس پر مجھ سمیت کسی کو بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبی مان لیں، ان پر ایمان لے آئیں تو کیا اب وہ عیسائی ہی رہیں گے۔ تو جواب ہوگا نہیں۔ اب وہ عیسائی نہیں رہے (Answer is no)۔ تو میرے بھائیو بالکل اسی طرح یہ قادیانی، یہ احمدی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی نبی، رسول کی حیثیت سے مانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں تو یہ وجہ ہے کہ یہ ختم نبوت کے عقیدہ کے منکر ہیں۔ لہٰذا یہ خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتے اور نہ ہی یہ مسلمان ہیں۔ آئین پاکستان میں یہ چیز وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جناب سپیکر! یہ قادیانی لوگ تو مسلمانوں پر حملہ آور ہیں۔ یہ اسلام کا ٹائٹل استعمال کرتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا تشخص اختیار کرتے ہیں اور دھوکہ بازی کرتے ہیں۔ ہم مغربی ممالک سے کہنا چاہتے ہیں کہ تم ان کو مذہبی بنیادوں پر سیاسی پناہ دو۔ نام نہاد مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کا پرچم بلند کرو مگر ہم انہیں مسلمان تسلیم نہیں کریں گے۔ ایک سوال ہے کہ مغرب میں بننے والی کسی فلم کا چربہ بنا لیا جائے۔ Piracy کا ارتکاب ہو تو کاپی رائٹ ایکٹ متحرک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج عالمی سطح پر جعل سازی کی روک تھام کے لیے قانون بن گیا یعنی کاپی رائٹ ایکٹ کی خلاف ورزی کو بہت سنگین جرم قرار دیا گیا۔ جناب سپیکر! آج یہ کافر خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ اپنی خودساختہ

تحریف، تفسیر اور تشریح کو قرآنی تفسیر کا نام دیتے ہیں۔ تو جناب سپیکر اس حوالے سے ختم نبوت پر ڈاکہ مارنے والوں پر اور اسلام کے نام پر جعل سازی کرنے والوں پر کوئی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ پوری دنیا اس حوالے سے اندھی بہری بنی ہوئی ہے۔ اس جعل سازی پر انہیں اسلام کے کاپی رائٹ کا حق نظر نہیں آتا۔ ہمارے اس معزز اور موقر ایوان سے ساری دنیا کے سامنے ہمارا یہ موقف جانا چاہیے۔ جناب سپیکر! ان دنوں عدلیہ کی جانب سے جو ''عظیم'' فیصلے دیئے جا رہے ہیں۔ ان عظیم فیصلوں میں قادیانی مبارک ثانی کیس کا نظر ثانی فیصلہ بھی شامل ہے۔ حالانکہ ختم نبوت کا عقیدہ اور آئین و قانون میں درج تفصیل بڑی واضح ہے۔ ختم نبوت کے مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے طے کر دیا گیا، ایک مہر ثبت کر دی گئی ہے۔ جب تک ایک بھی مسلمان موجود ہے، ایک بھی کلمہ گو زندہ ہے، اس وقت تک ایسے غلط فیصلوں کے ذریعے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ ایسے غلط فیصلوں پر عمل ہماری لاشوں پر سے گزر کر ہی ہو سکتا ہے۔ ختم نبوت کے عقیدہ سے متعلق معاملات کو از سرنو زیر بحث نہ لایا جائے۔ یہ معاملہ حل ہو چکا۔ یہ طے شدہ بات ہے۔ یہ کلوزڈ چیپٹر ہے۔ اس پر مہر لگ چکی ہے۔ ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ یہ مرتد لوگ اور ان کا خود ساختہ اور جھوٹا نبی (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنی کتابوں میں کیا کچھ نہیں کہتا۔ یہ مرتد گروہ اپنی کتابوں کی ان متنازع عبارات کا انگریزی زبان میں ترجمہ نہیں کراتا، وہ اس لیے کہ مرتد غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم سلام اللہ علیہا اور دیگر محترم شخصیات کے خلاف انتہائی گستاخانہ، غلیظ اور گھٹیا الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ایسے ہی شہدائے کربلا کے لیے بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جنہیں کوئی مسلمان دہرانا تو دور کی بات ہے سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لوگوں کے قتل کے فتوے نہیں دیئے جانے چاہئیں مگر میں یہ بھی کہوں گا کہ غلط اور غیر آئینی و غیر قانونی فیصلوں کے ذریعے ایسا ماحول بھی پیدا نہ کیا جائے کہ کسی کو قتل کا فتویٰ دینا پڑے۔ مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ اہم اور لازوال دولت نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔ ختمی مرتبت حضور ﷺ کی ذات ہی ہمارا سب کچھ ہے۔ ختم نبوت کے طے شدہ مسئلہ کو کسی بھی سطح پر نہ چھیڑا جائے۔ آپ ﷺ آخری نبی تھے، آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آخری نبی رہیں گے۔ جب تک مسلمان زندہ ہیں اور ان کی سانسیں چل رہی ہیں وہ اس مسئلہ پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ جناب سپیکر! سپریم کورٹ کے ان ججوں کو بھی بتائیں جنہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کے اس فیصلہ کے نتیجے میں جو فتنہ و فساد کا ماحول بن رہا ہے یہ ماحول ججز حضرات خود پیدا کر رہے ہیں۔ آنے والے حالات کے ذمہ دار یہ فیصلہ صادر کرنے والے ججز ہوں گے نہ کہ ہم اور عوام۔ یہ فتنے نہیں ہونے چاہیں۔ جناب سپیکر! یہاں تک تو میں آپ کے ساتھ ہوں، لیکن فتنہ پیدا کرنے والوں کو بھی بتا دیا جائے کہ 25 کروڑ آبادی کے غالب مسلم اکثریتی ملک میں اپنے متنازعہ، غلط اور غیر آئینی و خلاف قانون فیصلوں سے یہ لوگ فتنہ کا ماحول پیدا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ لاکھوں روپے کی تنخواہیں اور دیگر مراعات وصول کرتے ہیں۔ یہ عوام ہی کے ٹیکس کا پیسہ ہے۔ مگر یہ لوگ ملک اور قوم کو اپنے غلط فیصلے کے ذریعے آگ و خون میں دھکیلنا اور جھونکنا چاہتے ہیں، یہ لوگ ہمارے دینی اور مذہبی جذبات سے کھیلنا چاہتے ہیں، ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ جناب سپیکر! ان لوگوں کو یہ بھی بتا دیا جائے، میں آپ کے ذریعے عرض کروں گا، ادب سے کہوں گا، ہاتھ جوڑ کر کہوں گا کہ اس نازک اور حساس ترین معاملے پر کوئی نئی کمیٹی بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی نوعیت کی کمیٹی اس حوالے سے مت بناؤ۔ سب کچھ آئین و قوانین میں طے کر دیا گیا ہے۔ اب نئے سرے سے کسی مباحثے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طے شدہ، پیچیدہ اور حساس معاملہ پر ہرگز کسی فورم پر ازسرنو غور کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر کمیٹی بنانا ضروری ہو تو کمیٹی اس بات کو دیکھے کہ طے شدہ حساس ترین دینی اور آئینی معاملات پر جو ججز اس طرح کے غلط فیصلے دیتے ہیں جن سے عوام میں بے چینی، انتشار اور فساد پھیلتا اور فتنہ جنم لیتا ہے، ایسے فیصلہ سازوں کی کیا سزا ہونے چاہیے۔ سپریم کورٹ نے اس فیصلہ کے حوالے سے جو آئین Rewrite کیا ہے، ایسا فیصلہ صادر کرنا آئین سے غداری کے زمرے میں آتا ہے۔ ان فیصلہ سازوں پر آئین کے آرٹیکل 6 کا اطلاق ہونا چاہیے۔ لوگوں کو یہ بھی بتایا جائے کہ مبارک ثانی کیس کے فیصلے کے ذریعے آئین میں تحریف کی گئی ہے۔ یہ تو آئین کی پامالی ہے۔ جس پر آئین کا آرٹیکل 6 لگتا ہے۔ اس فیصلے کے ذریعے آئین سے غداری کی گئی ہے اور اس جرم کی سزا آئین میں سزائے موت ہے۔ جناب سپیکر! میں اس ایوان کے ذریعے، آپ کے توسط سے اپنی جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے اور پارلیمان میں موجود دیگر جماعتوں کے نمائندوں کے ذریعے انہیں یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ لمبا کالا کوٹ پہن کر کتنے ہی بے گناہ لوگوں کو انہوں نے پھانسی پر چڑھایا ہے، مگر خبردار ہمارے اسلام پر ہمارے عقیدہ ختم نبوت پر مبنی ایمان پر حملہ نہ کرو۔ خدا کے واسطے، ایسا نہ کرو۔ تمہارے ایسے متنازعہ فیصلوں سے محمد ﷺ کی شان ختم نبوت میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ ❀❀❀

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

جیسا کہ ہم نے واضح کر دیا کہ اصولی طور پر اسلام نے سود کے اطلاق کے حوالے سے صرفی اور پیداواری قرضوں میں کوئی فرق نہیں کیا اور نہ ہی پیداواری مقاصد کے لیے دیے جانے والے قرضوں پر سود کو جائز قرار دیا ہے۔ آج تک پیداواری قرضوں کے فرق کی بنا پر سود کے جواز کے قائلین اپنے موقف کی تائید میں کوئی نص قرآنی تو درکنار صحیح الاسناد حدیث بھی نہیں پیش کر سکے، جبکہ ہم نے بعض قرآنی آیات کی تشریح سے یہ واضح کر دیا ہے کہ سود کے اطلاق کے اعتبار سے کاروباری اغراض کے لیے دیے جانے والے قرضوں کا استثناء یا تخصیص کتاب وسنت کے منضبط احکام سے میسر نہیں آتی ہے۔ ہم نے یہ بھی واضح کر دیا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی صرفی ضروریات کے ساتھ تجارتی اور پیداواری ضروریات کے لیے بھی قرض کا لین دین رائج تھا اور ایسے قرضوں پر بھی سود لیا اور دیا جاتا تھا۔ (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 853 دن گزر چکے!

Editor's Note: In recent times, many secular and liberal "scholars" have made claims that Allama Muhammad Iqbal had a "soft corner" in his heart for Qadianis (who call themselves Ahmadis). Some have even gone to the extent of suggesting that Allama Muhammad Iqbal condoned the teaching of the accursed false Prophet Mirza Ghulam Ahmed.

Below is the transcript of a letter writer by Sir Allama Muhammad Iqbal addressed to Jawaharlal Nehru, in which he clearly disowns the Qadiani/Ahmadiyya movement and their false Prophet, calling them traitors of Islam! This should put the ideological mischief created by the Qadianis (Ahmadis) as well as like-minded secular and liberal "scholars" about Iqbal to rest, once for all.

Ahmadis are Traitors

Both to Islam and to India

(ALLAMA IQBAL'S LETTER TO PANDIT JAWAHARLAL NEHRU)

LAHORE
June 21, 1936

My dear Pandit Jawaharlal,

Thank you so much for your letter which I received yesterday. At the time I wrote in reply to your articles I believed that you had no idea of the political attitude of the Ahmadis. Indeed, the main reason why I wrote a reply was to show, especially to you, how Muslim loyalty had originated and how eventually it had found a revelational basis in Ahmadism. After the publications of my paper I discovered, to my great surprise, that even the educated Muslims had no idea of the historical causes which had shaped the teachings of Ahmadism. Moreover, your Muslim Admirers in the Punjab and elsewhere felt perturbed over your articles as they thought you were in sympathy with the Ahmadiyya movement. This was mainly due to the fact that the Ahmadis were jubilant over your articles. The Ahmadi press was mainly responsible for the misunderstanding about you. However, I am glad to know that my impression was erroneous. I myself have little interest in theology, but had to dabble in it a bit in order to meet the Ahmadis on their own ground. **I assure you that my paper was written with the best intentions for Islam and India. I have no doubt in my mind that the Ahmadis are traitors both to Islam and to India.**

I was extremely sorry to miss the opportunity of meeting you in Lahore. I was very ill in those days and could not leave my rooms. For the last two years, I have been living a life practically of retirement on account of continued illness. Do let me know when you come to the Punjab next. Did you receive my letter regarding your proposed Union for Civil Liberties? As you do not acknowledge it in your letter I fear if never reached you.

Yours Sincerely
Muhammad Iqbal

Editor's Note: *Bold and underline added to the original text by the editorial team of Nida-e-Khilafat for emphasis.*

Source: This letter has been copied from a book "A BUNCH Of OLD LETTERS", published by Asia Publishing house, Bombay, Calcutta, New Delhi, Madras.

Note of Thanks:
1- Aalami Majlise Tahffuze Khatme Nubuwwat, London, UK.
2- Monthly, Hikmat-e-Baligah, Jhang, Pakistan.

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.33

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore